صحیفۃ القوم

(باب الملت حصۂ اوّل)

سنہ ۱۹۰۷ء سے اپریل سنہ ۱۹۱۶ء تک شیعہ کانفرنس اور
شیعہ کالج کے متعلق تمام نظمون کا مجموعہ

مصنفہ

لسان القوم مولانا صفی صاحب لکھنوی

مطبع میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ مین چھپکر شایع ہوا

مقدّمہ

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق

سامانِ صد ہزار نمکداں کیے ہوئے

قومی نظمون کا یہ مرتب مجموعہ اپنی ترتیب اور اشاعت کے لحاظ سے پہلا نمونہ ہے جسمین ایک دردمند شاعر کے وہ تمام دلی جذبات یکجا کر دیے گئے ہین جو شیعہ کانفرنس کے وجود مین آنے کی تاریخ سے مختلف موقعون پہ مختلف شہر و دیار مین اور مختلف رنگ ڈھنگ سے ظاہر ہوئے ہین۔

یون تو اس صحیفہ کے سرلوح کی زیارت کرنیوالی نگاہون نے اس دردمند قومی شاعر کے نام کو بتا دیا ہوگا جسکی ایک صنفِ نظم کا یہ اتنا ذخیرہ ہی مگر مقدمہ نگاری کے فرائض اور آجکل کے مذاق کا تقاضا ہے کہ مختصر ہی سہی مصنف کے جو کچھ حالات معلوم ہو سکین حوالہ قلم کیے جائین اس نظر سے مجھے یہ بتا دینا

ضروری ہے کہ اس دردمند شاعر کا نام سید علی نقی صاحب ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی مولانا سید فضل حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ ہے جو آخری تاجدار اودھ کے بھائی شاہزادہ سلیمان قدر بہادر مرحوم کے معتمد تھے آپکا وطن لکھنؤ ہے۔ آپ نے اپنی ایک مطبوعہ نظم عقد پروین میں آنریبل خان بہادر سید محمد ہادی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر پرتابگڈھ کے فرزند اکبر سید محمد حسین عرف منجھو صاحب کی شادی کے موقع پر جو سادات بارہا میں ہوئی ہے مضامین کے سلسلہ میں ربط کلام کے لیے اپنے نسب وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اور سادات بارہا کو ساقی قرار دیکر جسطرح خطاب کیا ہے وہ اس موقع پر نسب کا پتہ بتانے کے لیے حسب ذیل ہے۔

"ساقی پلا شراب ترے میکدے کی خیر | جو تو ہے دیکھ ہم بھی وہی ہیں نہیں ہیں غیر
ہے تجھ سے ہمکو سلسلۂ ربط معنوی | اک شاخ واسطی ہے تو اک شاخ غزنوی
عیسی ابن زید حضرت شہزادۂ حسین | ہیں دونوں زید ابن علی کے یہ نور عین

شہزادۂ حسین کا خود والد معہ ہی لقب ۔ منسوب انھین سے غزنویونکا حسب نسب

غزنی سے آئے شاہ مبارک جو سوئے ہند ۔ خاک قدم سے انکے بڑھی آبروئے ہند

دہلی مین انکا نام و نشان برقرار ہے ۔ بالائے حوض شمسی ابھی تک مزار ہے

پنگوڑیون کے مورث اعلی بڑے ولی ۔ اولاد مین انھین کے ہین سید جلال بھی

شاخین جدا جدا ہین مگر ایک ہی چمن ۔ اجداد کا ہمارے بھی پنگوڑ تھا وطن

جاٹون کی تیغ ظلم سے جب خون مین نہائے ۔ چھوٹا وطن بزرگ ہمارے ادھر مین آئے

دل سے قریب گو کہ بظاہر بعید ہین ۔ ہم بھی چراغ مشہد نذیر الشہید ہین

آپکا تخلص صفی ہے ۔ آپ شاعری مین کسی کے شاگرد نہین جیسا کہ ہمکو لکھنؤ کے باکمال اور مستند شاعر اور اپنے قلبی دوست جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز کی ایک مطبوعہ نظم اور دیگر ذرایع سے معلوم ہوا ۔ جناب عزیز کی نظم کے ضروری اشعار حسب ذیل ہین ۔

بزم مین دیکھ کے رنگینی گلدستہ نظم ۔ متعجب متحیر ہوئے ارباب ہنر

چمن گلستان صفی کا ہون اک ادنی گلچین — کیون نہ اشعار سے ہو جلوہ فگن رنگ اثر

کہ شاگرد ہون جسکا نہین اُستاد کوئی — مفتخر مثل عرض مین ہون بسوئے جوہر

جس نے سب مبدء فیاض سے تحصیل کیا — کس طرح سے ہو بھلا پھر کوئی اُسکا ہمسر

ذیل کے شعر پر نظر کرکے جناب صفی نے اپنا تخلص صفی رکھا۔

ہر کس کہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود — طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

آپ جمعہ کے روز ۳- جنوری سنہ ۱۸۶۲ء مطابق یکم رجب سنہ ۱۲۷۸ھ ہجری کو لکھنؤ مین پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کے کھیل مین بھی شاعری کی جھلک نظر آتی تھی۔ جب آپ بالکل ناسمجھ تھے اُسوقت اکثر اپنے دروازہ پر ایک مونڈھا بچھا کر بیٹھتے تھے اور حکیم صاحب بنا کرتے تھے۔ آپ کے پڑوس مین گیادین بنیا رہتا تھا جو آپ کے سدا بہار مطب کے گرم ہونے کے لیے ایک مستقل مریض منتخب کر لیا گیا تھا وہ برابر آتا تھا اور کہتا تھا حکیم صاحب ذرا نبض تو دیکھیے۔ جب آئین بائین شائین آپ نسخہ وغیرہ تحریر کر چکتے تو وہ

پوچھتا تھا کہ حکیم صاحب ستّو بھی کھاؤں تو آپ بہت بگڑا کرتے تھے۔

آپ جناب شاہزادگان ہمایون قدر صاحب اور ثریّا قدر صاحب وغیرہ فرزندان شاہزادہ سلیمان قدر صاحب بہادر کے ہم مکتب ہیں۔ مولوی نجم الدین صاحب کاکوروی سے درسیات فارسی اور شیخ حافظ علی صاحب بلہروی اور جناب سید علی میان صاحب کامل کے والد اور مولوی احمد علی صاحب مرحوم لکھنوی شاگرد جناب غفران مآب اعلی اللہ مقامہ اور اپنے عم بزرگ مولانا سید حسین صاحب مرحوم سے جو طبیب حاذق فاضل جید اور عالم باعمل اور شہزادہ سلیمان قدر بہادر مرحوم کے اتالیق تھے درسیات فارسی اور عربی کی تحصیل کی۔ فن طب کو بھی آپ نے اپنے ہی عزیز پانا لہ کے مشہور حکیم سید باقر حسین صاحب مرحوم سے حاصل کیا ہے۔ عمر کے دسویں بارھویں سال درسیات عربی فارسی سے فراغت کرکے امین آباد نائنٹ اسکول اور کیننگ کالجیٹ اسکول لکھنؤ میں انٹرنس تک انگریزی تعلیم

حاصل کی سنہ ۹۶ء میں انگریزی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہونے پر لالی اسکول لکھنؤ اور برانچ اسکول متعلقہ کیننگ کالج میں انگریزی تعلیم دینے کی خدمت پر مامور ہوئے پھر کچھ دنوں گھر پر عربی فارسی اور انگریزی کا درس طلبا کو دیتے رہے۔ آپکو کتب بینی اور شاعری کا ذوق بچپن ہی سے تھا آپ نے پہلا شعر جو ساتویں آٹھویں سال کی عمر میں کہا وہ بجنسہ حسب ذیل ہے۔

"خواب میں صورت دکھانا کیا ضرور — سوتی قسمت یوں جگانا کیا ضرور"

ایکبار آپکے والد کے ایک دوست نے آپ سے کہا کہ اس مصرع پہ مصرع لگاؤ

"یہ انگشتری ہے پہنانے کے قابل"

بچپن کا عالم نہ صرف شاعری بلکہ ہر طرح کی قید سے آرزوئیں آزاد فوراً یہ مصرع آپنے کہدیا

"نہیں چرم رکھتا ہمارا نگینہ"

آپکے بارہ برس کے سن کا ایک شعر دوست مجھے ہاتھ آیا ہے وہ یہ ہے

زہے خوش قسمتی اپنی کہاں یہ پہنچ سکتے قابل تھا — وہ آکر اپنے ہاتھوں سے کریں سامان مٹی کا

آپ سے جو طلبا پڑھنے آتے تھے اُنکو اکثر آپ غزلین کہکر دیدیا کرتے تھے وہ مشاعرون
مین اپنے نام سے پڑھا کرتے تھے اور واپسی پر آپ ہر شعر کی نسبت پوچھا کرتے
تھے کہ اسکا کیا اثر ہوا اور اس طرح اپنے شعر کی حیثیت کا موازنہ کر کے اس پر
پھر غور کرتے اور طبیعت پر خود دوسری مرتبہ اور زور دیکر اور بہتر کہنے کی
کوشش کرتے تھے۔

اسی زمانہ مین شاہزادہ سلیمان قدر صاحب مرحوم کے داروغہ اچھے صاحب
جنکو سلام کہنے کا خاص شوق تھا آپ سے فرمایا کہ اس مصرع پر مصرع لگادو۔

حشر کا روز ہوا پردہ اسرار اُٹھے

آپ نے فوراً اسپر یہ مصرع کہا۔

"آنکھین ملتے ہوئے سب طالب دیدار اُٹھے"

سب سے پہلی مرتبہ اچھے صاحب کے یہان مشاعرہ مین آپ نے اپنی غزل پڑھی
جسکی بڑی دھوم ہوئی۔ اسکے بعد حکیم باقر حسین صاحب کے یہان پاٹانالے کے

مشاعرون مین جہان جناب خضرؔ شاگرد مسیحا مرحوم بھی شرکت فرماتے تھے برابر شرکت کرتے اور داد سخن حاصل کرتے تھے۔

آپ ۱۸۸۳ء مین محکمہ دیوانی سلطانپور مین بعہدہ افسر نقل نویسان مقرر ہوکر گئے اور لکھنؤ اور یہان کی صحبتین چھوٹین مگر شاعری کا سلسلہ برابر جاری رکھا سلطانپور کے قیام کے زمانہ یعنے ۱۸۸۶ء مین جب صنعت و حرفت کے مدارس کا نام بھی اس صوبہ مین نہ تھا۔ آپ نے ایک مکمل نظم نخل فریاد کے نام سے شایع فرمائی۔ اس نظم مین مختلف اسکیم یا تجویز ایک جداگانہ فریاد کے ذریعہ سے ظاہر کیگئی ہے مثلاً فریاد دوم مین تحصیل علم کی ضرورت پر بحث اسطرح کی ہے۔

سنیے اب ایک ہے یہ میری عرض — علم کا سیکھنا ہے سب پر فرض
سن طفلی سے عہد پیری تک — اسکی تحصیل چاہیے بیشک
پر نہ اسواسطے کہ پڑھ کے فضول — نوکری چاکری مین ہون مشغول

یا وکالت مین امتحان دے کر — کرین لوگون سے اخذ دولت و زر

یا بنین پیر تو مریدون سے — اسی حیلہ سے مال مفت ملے

یا بہ طمعِ حصولِ نذر و نیاز — مولوی بن کے ہم پڑھائین نماز

یا فن شاعری مین نام کرین — صلہ لینے کو مدح عام کرین

جو نہ دے کچھ عوض قصیدہ کا — ہجو کہہ کے اُسے کرین رسوا

بلکہ تحصیل علم کا مقصد — یہ سمجھتے ہین جملہ اہل خرد

کہ بڑھے نورِ معرفت دل مین — کر سکین فرق حق و باطل مین

جو ہین جاہل انھین بھی علم سکھائین — بے غرض سب کو راہ رست دکھائین

فکر آزادگی رہے ہر دم — دل مین آمادگی رہے ہر دم

عاقبت جو بنائے یہ ہے وہ شے — دنیوی منفعت بھی ضمناً ہے

ہے بلاشک وہ قابل تسلیم — کہہ گیا جو بزرجمہر حکیم

کھیت مین ایک مرد دہقانی — جبکہ کرتا ہے تخم افشانی

غرض اسکی یہی ہے غلہ ہو — خیر خوبی سے بھی جو ملے اسکو
اُسی سود سے کا سب یہ گھٹاتا ہے — اصل کے ساتھ نفع پاتا ہے
اب رہی فکر اک معیشت کی — پس وہ ہے سو طرح سے ہو سکتی
مثلاً پیشہ اور تجارت سے — دستکاری سے یا زراعت سے
کیونکہ سامان علم جو تھے وہ سب — کر دیے جمع شاہ وقت نے اب
ہمکو بہر حصول استعداد — کچھ نہین احتیاج استمداد

اسی طرح فریاد سوم مین غیر مستحق کو خیرات دینے سے مستحق کی حق تلفی ہونے کا ذکر کیا ہے فریاد چہارم مین بذریعہ سفر اچندہ جمع کرنیکا طریقہ فریاد پنجم مین پیسہ فنڈ کی تجویز اتنے زمانہ پیشتر ظاہر کی ہے فریاد ششم مین ضلعوار وقصبہ وار کمیٹی قائم کرنے وظیفہ فنڈ کھولنے بذریعہ صنعت و حرفت وتعلیم سے قوم مین افراد کاسبہ پیدا کرنے کی زبردست تحریک نظم کرکے اس نظم کو ایک قابل عمل اور مفید دستور العمل بنا کر اب سے

تئیں اکتیس برس پہلے قوم کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

بسلسلہ ملازمت جب آپ قریب ۱۹۰۸ء تبدیل ہو کر نانے بریلی آئے تو شاہزادہ بابسدیو نسگہ صاحب کے یہان مشاعرہ مین اکثر غزلین پڑھتے تھے۔ اس سرزمین پر آپکا اُسی زمانہ کا یہ شعر آج تک مشہور ہے۔

"بزم ساقی مین ذرا ہشیار بیٹھین آج مست
کل یہین پہلو سے میرے شیشۂ دل اُٹھ گیا"

آپ ۱۹۰۹ء مین ایکبار لکھنؤ چھٹی لیکر آئے اس زمانہ مین محلہ نخاسی کے نواب سید اصغر حسین صاحب فاخر مرحوم کے یہان صحبتِ مشاعرہ بڑے اعلےٰ پیمانہ پر ہوتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جناب مشتاق صاحب مرحوم۔ ماہر صاحب مرحوم۔ شبیر علی خانصاحب رسا مرحوم۔ جلال صاحب مرحوم۔ کامل صاحب مرحوم۔ لڈن صاحب خورشید زندہ تھے۔

اسی مشاعرہ سے آپ کے کلام کے ساتھ شہرت کا دور شروع

ہوتا ہے۔

انھین مشاعرون مین سے ایک مشاعرہ کی غزل کے یہ اشعار ابتک مشہور ہین۔

سنتے ہین قافلہ مین سبھی نالۂ جرس — لیکن کوئی غریب کا فریاد رس نہین
صیاد کچھ تو میری طرف سے ہو بد گمان — بیوجہ رخنہ بندی چاک قفس نہین

سلوک ایسا تو کر دنیا مین جس سے نام روشن ہو — چراغ راہ بنجا دوست اسمین ہو کہ دشمن ہو
بقدر ذوق بیتابی نہین دونون جگہ وسعت — برابر ہے مجھے اے دل قفس ہو یا نشیمن

نامہ قاصد کو دیا پھر لے لیا یہ سوچ کر — خط پڑھیگا کون پیغام زبانی چاہیے

جو قسمت مین جلنا ہی تھا شمع ہوتے — کہ پوچھے تو جاتے کسی انجمن مین

گلشن مین بہار آئے خزان آئے ہمین کیا ٭ ہے ایکسا کلی دل کی وہ مرجھائی ہوئی ہے

پسند عاشق گریان کا اضطراب نہ تھا ٭ وگرنہ تشنہ شبنم کچھ آفتاب نہ تھا

قفس وہان ہے ہم آوارہ آشیانون کا ٭ جہان زمین کا پتہ ہے نہ آشیانون کا
سنا جو قصۂ یوسف تو ہنس کے فرمایا ٭ ضرور اسمین تصرف ہے خوش بیانون کا

گیا سیر ہو قاتل کو اگر حشر مین پوچھون ٭ مین نام بتانے کبھی نہ پاؤن وہ مکر جائے

وہ رند ہین جنھین مے وصل معشوق ہے نصیب ٭ وہ پارسا ہین جنکو یہ سامان بہم نہین

سنا ہے جب سے وہ بالین پہ آئینگے دم نزع ٭ اجل کا آٹھ پہر انتظار رہتا ہے

سخنِ واعظِ آشفتہ بیان کیا سنتے
دل پریشان بھی نہوتا تو پریشان ہوتا

چھوڑکر آدم گیے تھے کسقدر میراث غم
ہو رہی ہے آجتک تقسیم جو اولاد پر

اسی زمانہ مین آپ نے ولیم ٹیگ صاحب بہادر جوڈیشل کمشنر اودھ کے شان مین ایک قصیدہ لکھا جسکا ایک شعر یہ ہے۔

جہان کہ پیرِ کہن بود نو جوان گردید
بعہدِ دولتِ عالیجناب ولیم ٹیگ

اسی نظم کے صلہ مین آپ لکھنؤ تبدیل ہو آے اور اب ججی خفیفہ لکھنؤ مین سرشتہ دار ہین۔ آپ کے بیشمار شاگرد ہین مین خاص ذکر کے قابل جسپر آپ کو خود اور ہندوستان کو ناز ہے وہ ہمارے محترم حبیب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی ہین۔ آپ کے ایک اور گرانمایہ شاگرد جو اپنی نظیر آپ تھے غریب صغیر مرحوم تھے جو خاک کے پیوند ہو گیے۔

بابو جوالا پرشاد صاحب بی۔ اے۔ برق جج خفیفہ لکھنؤ جنھون نے شیکسپیر

کی تصانیف کو اُردو نظم کا جامہ پہنایا ہے اور اُسمین آپ سے برابر اصلاحین
لی ہین آپ کے خاص ارادت مندون مین ایک قابل یادگار فرد تھے
موجودہ شاگردونمین جناب ارم صاحب و بہار صاحب لکھنوی اور جناب
حامد علیخان صاحب بیرسٹر وذکی صاحب بھی اعلےٰ پایہ کے شاعر ہین۔
سب سے زیادہ کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ اپنے چھوٹے بھائی
سید مقبول حسین صاحب ظریف کو اُنکے ظریفانہ مذاق کے اشعار پر اسی
رنگ کی بندش اور الفاظ مین اصلاح دیتے ہین۔

آپ کے شاگردون مین جناب ظریف کی شاعری اور خود جناب
ظریف خاص ذکر کے قابل ہین۔

آپ کی طبیعت اور وضع کی سادگی، وضعداری۔ صداقت، ایثار نفسی
ہمدردی اور حسن اخلاق کی عام شہرت ہے۔ شاعری کے تمام صنف
مین آپکے کلام موجود ہین۔ آپ کی اُردو شاعری کیطرح فارسی کا کلام

بھی بہت ممیز اور بلند پایہ رکھتا ہے۔ آپکی نظم کی خصوصیات مین صفائی بندش اور اثر دونون چیزین جو نظم کی جان ہین۔ خاص طور پر قابل ذکر ہین۔ اب سے کئی برس پہلے ملک کے ایک مسلمہ نقاد سخن نے آپ کی نسبت یہ رائے ظاہر فرمائی۔ ہے کہ آپ لکھنؤ کے ڈھنگ شاعری کے مصلح ہین۔ اشعار کے پڑھنے کا دلکش طرز و لہجہ آپ کے جذبات طراز طبیعت اور ایجاد کا مشہور عالم فسانہ ہے۔ آپکو پٹنہ اور جونپور مین شیعہ کانفرنس کے اجلاس کے موقع پر طلائی تمغے عطا ہوئے۔ آپ کے مختلف صنف کلام کا ذکر باعث طوالت ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کی غزلون کا مجموعہ صحیفۃ الغزل، سلام وغیرہ کا مجموعہ صحیفۃ العزا قصائد مدحیہ ونعتیہ کا مجموعہ صحیفۃ المدح تاریخون کا مجموعہ صحیفۃ العدد اور دیگر قومی نظمون کا مجموعہ صحیفۃ القوم (حصہ دوم) اور کلیات کا مجموعہ صحیفۃ الادب کے نام سے جلد شایع ہونیوالا ہے

وہ نظمین جنسے یہ مجموعہ جو آپ کے پیش نظر ہے مرتب ہوا ہے اُنکی ضرورت اور اُنکے اثر کے لیئے شیعہ کانفرنس کی پچھلی تاریخ پر ایک چھچلتی ہوئی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

لکھنؤ مین آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا وہ پہلا اجلاس یعنے ہندوستان کے مختلف صوبہ، شہر، قصبات اور گانون سے پہلی مرتبہ نئے اور پُرانے خیال والے اور تعلیم یافتہ اور جوشیلے دردمندان قوم کا شیعون کے بہبودی کے وسائل سوچنے کے لیے حضرات علما و مجتہدین کرام کے زیر سایہ ایک مرکز پر سمٹ سمٹ کر اسطرح جمع ہونا اور ترقی کے ناپید اکنار سمندر کو دیکھکر یہ کہنا۔

درین دریاے بے پایان درین طوفان موج افزا

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسہا

ہندوستان کی تاریخ مین ایک یادگار دن تھا جسکی آمد کی اخبار دن مین ایک دھوم مچی تھی۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ تین مشکل سے

کوئی زبان ایسی ہوگی جسنے شیعہ کانفرنس کے بارے مین کچھ نہ کچھ نہ کہا ہو وہ ۱۹۰۸ء کا زمانہ وہ شیعہ کانفرنس کے اجلاس اور اُسمین قومی نظم کا یہ پہلا شعر جو اِس مجموعہ مین ترتیباً سب سے پہلے صفحہ پر نظر آرہا ہی۔ کانفرنس کی تاریخ کا پہلا باب ہے جسکا درد انگیز نقشہ پیش کرنے کے لیئے قوم کی زبان بنکر شاعر کے خیالات کے موجزن سمندر مین ایک لہر یون اُٹھی تھی۔

ہم اپنا درد دل رو رو کے بیتابانہ کہتے ہین
الٰہی خوش رہین وہ جو ہمین دیوانہ کہتے ہین

یہ مجموعہ نہ صرف شیعہ کانفرنس اور شیعہ کالج کے متعلق ۱۹۰۸ء سے لیکر مارچ ۱۹۱۶ء تک لسان القوم مولانا صفی صاحب کی نظمون کا ذخیرہ ہے اور اسمین نہ صرف شاعرانہ نازکخیالی اور جذبات انسانی مین مدوجزر پیدا کرنیوالی نظمین ہین بلکہ اِس مجموعہ کی بعض نظمون کے دیکھنے سے ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ جوش محبت مین فقیرانہ شان سے ایک مصور شاعر شیعہ کانفرنس کے پیچھے پیچھے پھر کر جس زمین پر اُسکا نقش قدم پڑا ہے اُس کی تصویر وہان کے منظر اور وہان کی سینری (بیک گراونڈ) کے ساتھ اُتار کر اپنی جھولی مین رکھ تی ہے اور اسی اعتبار سے یہ مجموعہ اُن تصاویر کا ایک دلکش مرقع ہے۔ صرف یہی نہین اِس مرقع مین اور بھی طرح طرح کی تصویرین نظر آ رہی ہین۔ اِس مرقع کی ایک تصویر کا نام نالۂ مستانہ ہے جسمین افراد قوم کی حالت (کیریکٹر) کا خط وخال صاف صاف نظر آ رہا ہے۔ اِسمین ایک دوسری تصویر کا نام دلگداز ہے جسمین شیعون کی تاریخ، اُنکے عروج وزوال کا نقشہ، بذریعہ تعلیم وبناے درسگاہ ترقی کرنے کی تدبیرون کا خوشنما خاکہ دکھائی دے رہا ہے۔ پھر شیعہ کانفرنس کے تیسرے اجلاس سے ایک عجیب دلکش اور بھولی بھالی تصویر دو سال کے بچہ کی نظر آ رہی ہے جسکا نام لخت جگر ہے۔ اصل مین لخت جگر

شعبہ کانفرنس کا دوسرا نام رکھا گیا ہے اور اُسکو قوم کے دل کا ٹکڑا کہکر اُسکی پرورش، اُسکی ترقی، اوسکے نشو و نما اور اوسکے تعلیم کے لیے جس جس عنوان سے دردمندان قوم سے اپیل کی گئی ہے اور انسانی جذبات سے جس جس طرح استغاثہ کیا گیا ہے وہ دل ہلا دینے والے خیالات ہین - پھر اسمین بھی نری شاعری نہین ہے - اِس سلسلہ نظم کے بغور دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ قوم کے دل سے اُنھین کے جذبات، اُنھین کی احتیاج، اُنھین کی آرزوٗن کو لیکر قوم کی زبان بنکر دو سال کے بچہ کی صورت اُنکے سامنے پیش کرکے تعلیم ایسے خشک مگر دنیا ومافیہا کے ترقیون کو اپنے دامن اُمید مین رکھنے والے مفید مسئلہ پر قوم کو متوجہ کرنے کیلئے کِس موثر عنوان سے نظم کے پیرایہ و صنف کلام مین استغاثہ کیا ہے -

اِن نظمون کے مجموعہ سے ایک بڑی بات یہ بھی حاصل ہوتی ہے کہ

شاعر کا نصب العین وہی چیز ہے جسکو مسلّمہ طور پر ہر ملک اور ہر مذہب اور متمدن قوم نے اپنا نصب العین قرار دیکر دنیا مین ترقی کی ہے وہ نصب العین تعلیم ہے۔

دنیا کی تاریخ، مختلف واقعات اور مثالون سے ثابت ہوتا ہے کہ شاعری وہ قدرتی جذبات ہین جو انسان کے دل مین پیدا ہوتے ہین اور لفظون کی مدد سے آنکی دلکش صورتین کھینچی جاتی ہین۔ اسطرح شاعری ایک قسم کی اچھی خاصی مصوری ہے۔ یہ جس طرح موسیقی کی روح ہے اسیطرح علم اخلاق کی جان ہے۔

حالی مرحوم نے جیسا کہ شاعری کے مقدمہ مین ذکر کیا ہے۔ ایک مغربی فلاسفر خوابیدہ قوتون کو جگانے، مردہ دلون مین تازگی پیدا کرنے کا شاعری کو زبردست آلہ تصور کرتا ہے۔ تاریخ کے صفحات بتارہے ہین کہ یونان کی دیویان جب اہل یونان سے روٹھین تو انکو منانے کے

لیے اور ایتھنز کا دیوانہ نما مقنن سولن گلے مین ریسمان، سر پر کہنہ چادر ڈالے
پھٹے پرانے کپڑے پہنکر سلیمس کی لڑائی سے بھاگے ہوؤن کو پھر جمع کرنے،
انگلستان کے شاعرون نے ویلز پر چڑھائی کے لیئے حب وطن کا جوش
پھیلانے، عرب کا شاعر اعشیٰ ایک غریب اور نامراد عورت کی کہین نہ
شادی ہونے والی بیٹیون کی صورت و سیرت پر سارے ملک کو متوجہ کرنے،
ایران کا شاعر رودکی- امیر نصر سامانی کو شراب اور ناچ رنگ کی جمی جمائی محفل
چھوڑا کر بئے بوزہ پہنائے بخارا کی فراموش کردہ سرزمین پر پھر واپس لانے، اور
اسیطرح ہر ملک ہر سرزمین اور ہر زمانہ مین زندگی کے بڑے بڑے اہم
مقاصد (رشتن) مین کامیابی حاصل کرنے مین شاعری کی زبردست قوت نے
برابر کارنمایان کیے ہین- شاعری کا اثر انسانی جذبات اور دل کو اپنی طرف
حسن سیرت اور حسن صورت کی طرح کھینچتا ہے اور دم کی دم مین ایک اچھے
شعر کے سننے سے دل کی جو حالت ہوجاتی ہے اُسکے اثر سے کوئی انکار نہین

کرسکتا - ہندوستان مین لکھنؤ کی اُردو مستند سمجھی جاتی ہے اور یہان کی اُردو شاعری کا سکہ ہر ایک دِل پر بیٹھا ہے - لکھنو کی زبان ہو اور یہان کی خاک سے پیدا ہونیوالے فرقہ شیعہ کا ایک قادرالکلام اور دردمند شاعر کا دل ہو اور اِس دِل نے دنیا کے آثار و حالات سے متاثر ہوکر بیتابانہ اپنے دلی جذبات کو ظاہر کرنے کے لیئے ہاتھ مین قلم لیا ہو تو اُسکی نظم اور اُسکے خیالات یقیناً ایسے خیالات ہونگے جو اثر سے کسی طرح خالی نہین ہوسکتے - یہ مجموعہ اِس قسم کے ایک یا دو خیال کی تصویر نہین ہے - اسمین نوسال کے مسلسل خیالات سے قوم کے داغہاے دل کی جو تصویرین وقتاً فوقتاً ایک گوشۂ تنہائی مین بنتی رہی ہین اور جنکی جھلک ہر سال شیعہ کانفرنس کے اجلاس مین چند منٹ کے لیئے نظر آجایا کرتی تھی وہ آج بازار عالم مین بیشمار دلون کی آرزو بنکر ایک مرتب مرقع کی صورت مین نکلی ہین - اِن تصویرون کے مرقع کو ہاتھ مین تے کر شیعہ کالج

کی امداد کے نازک زمانہ مین کیا جوان کیا بوڑھا کیا غریب کیا امیر سب سے درد مند شاعر ساری قوم اور خصوصاً آنریبل نواب فتح علیخان صاحب سکرٹری شیعہ کالج کے ہم آواز ہو کر یہ کہہ رہا ہے۔

"لختے برد از دل گزرد ہر کہ زپیشم
من قماش فروش دل صد پارہ خویشم"

ان نظمون کے ذخیرہ مین ایک انمول موتی بھی چھپا ہوا ملتا ہے جو فی الحقیقت شاعر کا اصلی نصب العین بلکہ شاعر جس قوم کی زبان بنکر ان خیالات کو وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا رہا ہے اُس قوم کا نصب العین ہے اور وہ شیعہ کالج ہے جس پر فرقہ شیعہ کی آیندہ قسمت کا فیصلہ، آیندہ ترقی اور تمدنی دسیاسی ہستی کا دارمدار ہے۔

آج کل جبکہ شیعہ کالج قائم کرنے کے لیئے پورے جوش سے عملی طور پر ہر فرد شیعہ کا دل کام کر رہا ہے اور فخر قوم عالیجناب آنریبل نواب

حاجی فتح علیخان صاحب قزلباش سی-آئی-اِی-اپنے مالی دماغی اور ہر طرح کی قوتون کو صرف کر کے بنائے کالج کے لیئے قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہین اور بعض بعض اطراف سے صدائین آرہی ہین کہ شیعہ کالج بے ضرورت اور کسی خاص رنج و ملال یا مصلحت سے کھل رہا ہے اس نظم کے مجموعہ سے سن وار حساب لگانے پر یہ خودبخود جواب ملتا ہے کہ شیعہ فرقہ کے لیئے ایک کالج کی ضرورت کتنے پیشتر سے محسوس ہورہی تھی اور یون چاہے شیعہ کالج کے بالتصریح نام سے نہ سہی مگر مختلف عنوان سے یہی چیز ابتدا سے ایک قومی شاعر تک کا نصب العین رہا اور یہانتک کہ جب شیعہ کانفرنس کے دور ترقی مین ۱۹۱۵ء کا قدم آیا اور اُسوقت تک کوئی رزولیوشن بھی اسکا پاس نہین ہوا تھا نہ کسی تحریر مین شیعہ کالج کا لفظ آیا تھا اِسوقت بھی لخت جگر کے نام سے جو نظم موسوم ہے اُسمین شیعہ کالج کی تحریک صاف لفظون مین کیگئی ہے

اور اس لخت جگر کے نام سے شیعہ کالج کھولنے کا خیال یون ادا ہوا ہے۔

سال آیندہ الٰہی اسکی بسم اللہ ہو
سوئے مکتب جارہا ہو قوم بھر ہمراہ ہو

تربیت تعلیم اس بچہ کی خاطر خواہ ہو
اک نمایش گاہ عالم اسکی بازیگاہ ہو

شیعہ کالج ایک کھولا جاے اسکے نام سے
اسکے ہم قوم اور یہ دونون پڑھین آرام سے

نظم کی دنیا مین شیعہ کالج کے لیئے اتنے زمانہ پہلے سب سے پہلی صدا اور پھر مسلسل صدا پر صدا جس جس سرزمین پر جاکر ایک فلسفیانہ خیال شاعری نے دی ہے اُسکی تاریخ اس مجموعہ کے اوراق مین نظر آرہی۔ قومی جذبات کو ابھارنے کے لیئے موقع اور واقعہ کے حسب حال مناسب الفاظ اور خیالات کو یکجا کرنا۔ کلام مین اثر دلمین ایک لہر پیدا کرنے کیلیئے دلکش بحر و اوزان کو منتخب کرلینا۔ ہمیشہ ایک اچھا نمونہ (ڈزاین) نظم کے لیئے اختیار کرکے خداداد سلیقہ اور تہذیب سے خیالات کو اس دانغ بیل کے موافق

سنوارنا۔ استعارات وتشبیہ کو اپنے کمال فن دکھانے کے لیئے نہین بلکہ صرف سوئے ہوئے قومی جذبات کو حرکت دینے کے لیئے موقع موقع سے استعمال کرنا اُنکی قومی نظم کی بیشمار خصوصیات مین سے چند باتین ہین۔

قومی نظم کا جو مقصد دنیا مین ہونا چاہیئے اور ایک قومی شاعر کی جایز سعی قوم کو منزل مقصود پر لے چلنے کے لیئے جس طرح ہونی چاہیئے اُسکا سُراغ اور راستہ اس مجموعہ کا ایک ایک مصرع شاہراہ پر لگی ہوئی تختیون کی طرح بتا رہا ہے۔جب دو دلون مین ذرا بھی کشیدگی پیدا ہوئی، قوم کے مشترکہ مقصد ادم اُزہون کی حالت غیر نظر آئی تو اسوقت بارہا دیکھا گیا کہ شیعہ کانفرنس کے ڈائس پر آکر، قوم کے سامنے کھڑے ہو کر اور آسمان کی طرف نظر کرکے اسی دردمند شاعر نے کبھی یون استغانہ کیا ہی۔

برطرف ہوگا یہ طوفان تباہی کہ نہین ۔ ناؤ پہونچیگی کنارہ یہ الٰہی کہ نہین

جاگتے جاتے ہین سب ہی دل آرام طلب ۔ تو بھی اُٹھیگا بس اب لیکے جماہی کہ نہین

قافلے راہ ترقی مین روان ہین شب و روز
ہم بھی ہونگے کبھی اِس سمت کو راہی کہ نہین

شیعہ کانفرنس کی گود کے پالے ہوئے یتیمون کو جب تکلیف ہوئی اور وہ بلبلا کر روئے اور بے آس ہو کر عالم غربت مین اُنھون نے فریاد کی تو قوم کی زبان ہو کر ڈائس کی بلندی پر کھڑے ہو کر تشفی آمیز لہجہ مین اُنکو یون مطمئن کر دیا۔

"ہم کون ہین یہ کیا کہا پیارے یتیمون مین فدا
تم قوم کے ہو لخت دل تم قوم کی وجہ بقا
کڑھتے ہو کیون موجود ہین ہم سرپرستی کیلئے
سایہ اگر ماں باپ کا سر سے تمھارے اٹھ گیا"

جب کبھی نااتفاقی اور ملال کی دل شکن صورتین نظر آنے لگین تو قوم کے سامنے یہ آرزو پیش کی۔

مسلک ہے ایک پھر کیون خوش ہمسفر نہ جائین
دل کو نہ راہ دل سے جبتک ہو گھر نہ جائین
یہ رشتۂ محبت قائم رہے الٰہی
تسبیح فاطمہ کے دانے بکھر نہ جائین

اسیطرح اِس مجموعہ سے کافی طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ کہین یتیمون

کی زبان ہو کر قوم کی غیرت و ہمت سے اپیل کی ہے کہیں دار الاقامہ، کہیں وظیفہ، کہیں وقف اور کہیں اور ضرورتون پر اظہار درد کیا ہے۔

یہ نظم کا مجموعہ حقیقتاً ایک دردانگیز قومی ترانہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قومی نظمون کے دلی جذبات پر کیونکر حکومت ہو سکتی ہے ہر خداے قوم کا دل اس مجموعہ کی نظمون کو بنظر تامل پڑھکر اور متاثر ہو کر امور خیر کیطرف قوم کے خیالات مائل کرنے اور جذبات کو اُبھارنے کے لئے شاعری کو ایک معجزنما وسیلہ قرار دینے پر مجبور ہوتا ہے۔

یہ مجموعہ جسکا نام صحیفۃ القوم ہے اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہی شیعہ کالج اور شیعہ کانفرنس کے متعلق ابتداے ۱۹۰۶ء سے مارچ ۱۹۱۶ء تک اِن تمام نظمون کا گرانمایہ ذخیرہ ہے جو جناب صفی نے وقتاً فوقتاً کہی ہین۔ اِسکے علاوہ اور تمامی قومی نظمون کے عنقریب شائع ہونے کی خبرین ہمین پہونچ رہی ہین۔ ہمکو یہ معلوم کرکے بیحد مسرت ہوئی اور یہ

بات خاص طور پر فرقہ شیعہ کے غریب و نادار افراد اور عام طور پر اپنے تمام برادران ملک و قوم کے کانون تک پہونچا دینی ضروری ہے کہ باوجود اس قسم کی غربت و ناداری کے جسمین گولڈاسمتھ انگریزی شاعر یا شلی آسکے اور اہل کمال کی بسر ہوگئی۔ جناب عفی کے عالی ہمت دل نے عجب ایثار کی مثال دنیا کے سامنے اس طرح پیش کی ہے کہ شیعہ کالج کی امداد پر نظر فرما کر بجائے اسکے کہ اس صحیفہ کی اشاعت سے خود کوئی مالی فائدہ اٹھاتے اسکے نفع کو شیعہ کالج فنڈ کی امداد کے لیئے وقف کر دیا اور یہ مجموعہ چھپوا کر دفتر شیعہ کالج کے حوالہ کر دیا۔ یہ امید بے محل نہین کہ یہ مجموعہ ایک مفید اور مسرت خیز دولت ان مشتاق دلونکے لئے ثابت ہوگا جو مدت سے اسکے شائع ہونے کے متقاضی تھے۔ والسلام۔

خاکسار

ممتاز حسین جونپوری

سلسلۂ نظم متعلقہ شیعہ کانفرنس

[ذیل کی غزل حالیہ ۱۹۰۷ء کے اجلاس اوّل آل انڈیا شیعہ کانفرنس منعقدۂ لکھنؤ مین سید شہنشاہ حسین صاحب بی - اے - وکیل کی درد انگیز تقریر متعلق حالات وقف کے بعد پڑھی گئی]

ہم اپنا درد دل رو رو کے بیتابانہ کہتے ہین — الٰہی خوش رہین وہ جو ہمین دیوانہ کہتے ہین

اسی شہرِ خموشان مین جسے ویرانہ کہتے ہین — سنو ذرّے زبانِ حال سے افسانہ کہتے ہین

انھین کا دور تھا وقتِ عروجِ نشۂ دولت — چھلکتا تھا ترقّی کا جسے پیمانہ کہتے ہین

بنائے خیر قائم کر کے گہری نیند سوئے ہین — اسی کو اہلِ ہمت ہمتِ مردانہ کہتے ہین

کمایا عمر بھر خود اور اہین اوسکا کب آنکھو — اسی کا نام ہے الفت اسے یارانہ کہتے ہین

گر قربان ہم اپنی اس اندازِ تدین کے — یگانے کیا کہین گے جو ہمین بیگانہ کہتے ہین

نظر آتے نہین اے قوم جو تیرے فدائی ہین — اسے بھی ہم ترا اک نازِ معشوقانہ کہتے ہین

تنگ آئے ہین مردے تک ہماری قوم کی ہاتھون — ابھی تک ہم چپ تھے لو ہم آج آزادانہ کہتے ہین

ہماری زندگی بھی کتنی عبرت خیز تھی یارب
کہ جسکے حال کا افسانہ گو افسانہ کہتے ہین

مگر آتی ہے داغِ دل سے بو سوزِ محبت کی
کہ سب اِسکو چراغ مشہد پروانہ کہتے ہین

کبھی گورِ غریبان کی طرف بھولے سے آنکلو
اُس آبادی کو بھی دیکھو جسے ویرانہ کہتے ہین

گرِ مٹائے کیسے گستاخ گردِ آثر صفی مارا
جو وہ افسانہ سُنتے ہین تو ہم افسانہ کہتے ہین

قطعۂ وداعیہ

ذیل کی نظم اجلاس ادل شیعہ کانفرنس مین شریک ہونے والے مہمانان کی رخصت کے موقع پر پڑھی گئی

وہ مہمان آئین وہ مہمان آئین
اِسی دن کی ہم مانگتے تھے دعائین

کہین دل نے چھیڑا ہے پھر سازِ ماتم
سُنو آرہی ہین یہ کیسی صدائین

خدا حافظ اے قوم کے جان نثارو
نہ بھولین گی ہرگز تمھاری وفائین

معاف اے مرے جانیوالے مسافر
اگر ہم سے کچھ ہوگئین ہون خطائین

چمکتے ستارو چمک یون دکھا دو کہ پھر غیر قومون کو ہم مُنہ دکھائین
کنول اک ذرا دل کا بجھنے نپائے پریشان بہت چل رہی ہین ہوائین
یہ بگڑی ہوئی زلف کیسی سنواری ادھر آؤ لے لین تمھاری بلائین

خیر مقدم

سنہ ۱۹ء کے اجلاس شیعہ کانفرنس منعقدہ مقام لکھنؤ مین مہمانان کانفرنس کے
خیر مقدم مین یہ نظم پڑھی گئی

کہین ترانہ خوش آمدید نپسد رپے اُنھین ہی چاہئے کا دورہ بجائے ساغر مے
مناسبت سے مقامات پرغرض ہر شے وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین
جو سر ہو آج وہ شوریدۂ محبت ہو جو دل ہو آج وہ بالیدۂ مسرت ہو
تلافیٔ شب فرقت یہ صبح وصلت ہو وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہو

کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

یہ دلفریب نظارے خدا کی قدرت ہی
ہم اور اُنسے اشارے خدا کی قدرت ہی

زمین پہ عرش کے تارے خدا کی قدرت ہی
وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہی

کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

پنج آہنگ

[اجلاس اوّل شیعہ کانفرنس کے ہنگامہ خیز واقعہ کے بعد حضرات علمار کرام و جدید تعلیمیافتہ حضرات کے طرفدار کچھ دنون مسلسل اخبارون مین مضامین شایع کررہے تھے انمین سے بعض نامناسب عنوان کے مضامین سے متاثر ہوکر مضرت رسان جوش کو فرو کرنے کے لئے یہ نظم لکھکر قوم کے روبرو ستنہء کے اجلاس دوم شیعہ کانفرنس منعقدہ لکھنؤ مین پڑھی گئی]

خبر ہی کچھ تجھے اے باغبان گلشن پر کیا گذری
سر سنبل پہ کیا گذری دل سوسن پہ کیا گذری

ذرا ہم بھی سنین اے رہروانِ جادۂ ہمت
سلوکِ وادیِ پرخار سے دامن پہ کیا گذری

وفا سے اک حصارِ عافیت تمنے جو کھینچا تھا
جفا کے ہاتھ سے اُس قلعۂ آہن پہ کیا گذری

لگائے کس نے کیا کیا بدنما الزام کے دھبے
عزیزو اک مہِ کنعان کے پیراہن پہ کیا گذری

دلِ روشن کہان چھپ نکلے کہان بادِ مخالف کے
خبر لینا چراغِ وادیِ ایمن پہ کیا گذری

تجھے آنکھیں جھپانے دی ہین دیکھ اے قوم خوابیدہ
ستم سے خوشہ چینون کے تری خرمن پہ کیا گذری

لہو تیرا زمین پر گر کے آخر رنگ کیا لایا
شکارِ ہم کشتہ تیرے صید افگن پہ کیا گذری

نہ آیا جب دلِ غیرت دہ ناصح کی چالونمین
لباسِ رہبری پہنے ہوئے رہزن پہ کیا گذری

بیان کرتے ہوئے اسکو ہمین تو شرم آتی ہے
تمہین اے دوستو پوچھو دلِ دشمن پہ کیا گذری

ترا دل جانتا ہے یا ستمگر میرا دل اسکو
تری ٹھوکر پہ کیا گذری مرے مدفن پہ کیا گذری

کہے رکھتا ہون یہ رفتار دیکھ اچھی نہین ظالم
چلا ہے شیشۂ دل توڑ کر چین بر جبین ظالم

اگر چھیڑو تو یون چھیڑو کہ سو لے جہان کیون ہو
سرِ محفل کوئی دل ٹوٹ کر سازِ فغان کیون ہو

تمھاری آزمائش ہی دلیل بدگمانی ہے
اگر ہو اعتماد دوستی تو امتحان کیون ہو

خدا محفوظ رکھے کیون مرے ہمدرد بنتے ہو
تمھین ای دوستو غم نصیب دشمنان کیون ہو

برا کہتے ہو یار اپنے ہی منھ سے ہمزبانون کو
خود اصلاح زبان کے مدعی پھر بدزبان کیون ہو

جدا کرتے ہو اپنی قوم کا سر ہاتھ سے اپنے
پھر اسپر یہ قیامت ہے کہ کوئی نوحہ خوان کیون ہو

یہ مانا عالمون سے منحرف کل قوم ہو جائے
مگر یہ تو بتا دو اسقدر تم بدگمان کیون ہو

خود اپنے عالمان دین سے یہ سوے ادب توبہ
تم اتنی بادہ نخوت سے آخر سرگران کیون ہو

جب اپنے ہاتھ سے بن تم چھری ہو قوم کے حق مین
تو پھر قاتل نہ تم ٹھہرے مسیحا زمان کیون ہو

کرو دنیا کو حاصل دائرہ مین شرع کے رہکر
کہ اس دنیا کے پیچھے دولت دین رائگان کیون ہو

خدارا یہ لباس دوستی مین دشمنی کیسی
تمھین نامہربان ہو جب تو کوئی مہربان کیون ہو

مری بیمار قوم آنکھین جو دیکھون کیا دکھاتی ہین
کہ تیری قوتین تجھکو جواب دیتی جاتی ہین

گذشتہ سال کا بحران بھولا ہون نہ بھولونگا
طبیعت کا تری ہیجان بھولا ہون نہ بھولونگا

مرے بیمار جو جو آئے تھے تیری عیادت کو | کبھی اُن سب کا مین احسان بھولا ہون نہ بھولونگا

ہوئے تھے جو فروکش آ کے منزلگاہ مین تیری | ہین ابتک یاد وہ مہمان بھولا ہون نہ بھولونگا

بنایا تھا شفا خانہ ترے تیمارداروں نے | وہ اُسکا ساز وہ سامان بھولا ہون نہ بھولونگا

جہان ہوتا تھا باہم مشورہ تیرے مداوا کا | عظیم الشان وہ ایوان بھولا ہون نہ بھولونگا

ڈبونے جو اُٹھا تھا قوم کا منجھدھار مین بیڑا | وہ ناصح تھا کہ اک طوفان بھولا ہون نہ بھولونگا

دکھایا جس ادا سے جوشِ بے ہنگام ناصح نے | مین اُس انداز کے قربان بھولا ہون نہ بھولونگا

حضورِ ناصحِ مغرور تھا منھ کھولنا مشکل | بنا تھا حلق کا دربان بھولا ہون نہ بھولونگا

وہ تقریرین تری وہ مفسدہ انگیز تحریرین | وہ ہر تحریک کا عنوان بھولا ہون نہ بھولونگا

فریقانِ محبت سے کسیکے بیرخی تیری | بُتِ کافر خدا کی شان بھولا ہون نہ بھولونگا

برائی کو بھلا سمجھے بھلائی کو بُرا سمجھے
جو ایسا نا سمجھ ہو ایسے ناصح سے خدا سمجھے

ملالِ حرفِ خاطر رنج کیونکر دل سے نکلیگا | خفگی نکلیگا یہ کانٹا مگر مشکل سے نکلیگا

توقع یہ نہ تھی ہرگز کہ حرفِ دل شکن ایسا
لب دکلکت جنابِ ناصحِ فاضل سے نکلیگا

یہ مانا منطقی بھی فلسفی بھی آپ سب کچھ ہین
نتیجہ کونسا اس بحثِ لاطائل سے نکلیگا

جو فقرہ سخت نکلا ناصحِ ذی علم کے منھ سے
نہ ہرگز وہ زبانِ مردمِ جاہل سے نکلیگا

خدا حافظ ہی تیرا اگر یہی نازک مزاجی ہی
جہان جائیگا تو ناصح اُسی محفل سے نکلیگا

یہی انداز اگر ہی سخت گیری کا تری قاتل
ستمگر خون سارا شہر کے بسمل سے نکلیگا

نگاہ واپسین ڈالی جو خونگرمِ محبت نے
بجائے نالہ اک شعلہ دلِ قاتل سے نکلیگا

عقائد مین ہی جتنا نقص ای بیعت شکن تیرے
وہ فیضِ اجتہادِ مرشدِ کامل سے نکلیگا

نچھوڑا ای قوم دامن حاکمانِ شرع کا اپنے
درِ مقصود اسی دریائے بے ساحل سے نکلیگا

ذرا ہشیار غافل ایکدن وہ آنیوالا ہی
نفس کا کاروان جب سرحدِ منزل سے نکلیگا

رہین گے ہم نہ تیری ذات رہجائیگی دنیا مین
زبانون پر فقط اک بات رہجائیگی دنیا مین

برنگِ خار جب نشتر زبان اس باغ کی ہین
ترقی پر سمجھ اے قوم آثار تنزل ہین

یہ سب کیا ہی فقط کمزوری اخلاق سنجیدہ — ترے افراد جسمین مبتلا از جزو تا کل ہین
یہ سب کیا ہی فقط ناداری اسباب ہمدردی — کہ باہم تشنۂ خون بیدریغ دبے تامل ہین
یہ سب کیا ہی فقط ناشکری انعام ربانی — کہ ہنگام امور خیر پابند تساہل ہین
یہ سب کیا ہی فقط میخانۂ پندار لایعنی — کہ اس بزم جہان مین قائل دور تسلسل ہین
یہ سب کیا ہی فقط افسردگی خون محبت کی — کہ اپنے اقربا سے دست بردار تکفل ہین
نہ پوچھ ای قوم اپنے منچلونکا حال اب ہمسے — شہید تیغ ابرو ہین اسیر دام کاکل ہین
صدلے نعرۂ اللہ اکبر کون سنتا ہے — خرابات جہان مین گوش بر آواز قلقل ہین
جو منھ سے پھول جھڑتے تھے وہ سب بے رنگ و بو نکلین — چہک اٹھین جہان تو سب یہی سمجھین کہ بلبل ہین
نہ پاس آبرو انکو نہ لطف گفتگو ہمکو — ہم ان باتوں سے درگذرے کہ جنمین جھوٹ کے پل ہین

خداوندا ہوئی اب کیا وہ راہ و رسم دیرینہ
یہی دل تھا جمال شاہد عصمت کا آئینہ

قطعہ

شنہ ۱۹۰ء کے اجلاس دوم شیعہ کانفرنس مین جناب راجہ صاحب محمود آباد
کے شرکت جلسہ اور تشریف آوری کے موقع پر یہ نظم پڑھی گئی۔

مژدہ ای قوم کہ بر آئی ترے دل کی مراد
چارہ سنج آ کے ہوے والی محمود آباد

جسقدر تھے رزدلیوشن نظری تھے پہلے
عملی کارروائی کی پڑی اب بنیاد

قطعہ

اجلاس کانفرنس منعقدہ لکھنؤ مین جناب نواب صاحب والی ریاست رام پور کے
شرکت جلسہ کے موقع پر یہ نظم پڑھی گئی

خوشا نصیب کہ ای قوم خود حضور آئے
ترے علاج کو نواب رامپور آئے

یہ فخر کم ہے کہ روشندلون کا مجمع ہے
فروغ نام کو اب کیا چراغ طور آئے

نالۂ مستانہ

[سنہ ۱۹۰۸ء کے اجلاس دوم شیعہ کانفرنس منعقدہ لکھنؤ مین یہ نظم پڑھی گئی -]

اے قوم مبارک ہو یہ جلسہ سالانہ
کچھ اہل دل آئے ہین سننے ترا افسانہ
ہے میکدۂ عشرت ہر گوشۂ کاشانہ
پھر جمع ہین متوالے گردش مین ہے پیمانہ

ہان اے دل شوریدہ اک نالۂ مستانہ

اے قوم ترقی کے تیری جو ہین شیدائی
کیونکر نہ پھرین ہر سو وہ صورت سودائی
اے قوم کے اقبال اے ان آنکھون کی بینائی
اس شوق مین آئے ہین مدت کے تمنائی

شاید نظر آجائے پھر جلوۂ جانانہ

نقارۂ گردون تک بجتی تھی تری نوبت
اسلام کی خوبی کو تھی تجھسے خصوصیت
وہ حوصلہ وہ ہمت وہ دبدبہ وہ صولت
آخر ہوئی کیا ما ہی قوم اُٹھی وہ تری حالت

وہ شانِ ملوکانہ وہ شوکتِ شاہانہ

جاہ و حشم و دولت اس قوم کا حصہ تھا   علم و عمل و حکمت اس قوم کا حصہ تھا
آسودگیِ حالت اس قوم کا حصہ تھا   پاکیزگیِ سیرت اس قوم کا حصہ تھا

ہر قول فقیہانہ ہر فعل حکیمانہ

جب سے کہ ستارہ ہوا اس قوم کا پستی مین   جو نام کیا پیدا وہ نفس پرستی مین
یکسان رہی کیفیت ہشیاری و مستی مین   پامالِ خزان کب تک اس گلشنِ ہستی مین

کچھ رنگ جما اپنا وہ سبزۂ بیگانہ

اک وقت مین جو کی تھین اسلاف نے تدبیرین   اخلاف نے سب توڑین مضبوط وہ زنجیرین
برباد ہوئین کیا کیا اوقاف کی جاگیرین   صدہا متبرک وہ اُجڑی ہوئی تعمیرین

پہلے تھی جہان بستی اب ہے وہین ویرانہ

جس قوم کا حصہ ہو خودبینی و خودرائی   محسوس اُسے کیا ہو کمزوریِ بینائی
اس طرزِ تمدن پر ہنستے ہین تماشائی   تمغائے حماقت ہے یہ دعوی دانائی

نادان سے نادان ہے فرزانہ سے فرزانہ

افراد کو گھیرے ہین امراض جو نفسانی گھٹتی ہی چلی جاتی ہے قوت ایمانی
اے قوم علاج اسکا ممکن ہے باسانی اسلام مین خود تیرے موجود ہے ملا ثانی

اخلاق کا ایک مہتم بالشان شفاخانہ

اے قوم کے نوخیز و راہین نہ چلو بیجا برباد ہون کیون نسلین کیون تم پہ ہنسے دنیا
چوسی ہوئی ہڈی کو کیون جمع پس ہو رسوا کچھ نام کرو پیدا کچھ کام کرو یہ کیا

گلیون مین پڑے پھرنا مثل سگ دیوانہ

کھیلو نمین تماشو نمین عمر اپنی گنواتے ہو پاتے ہو اگر تم دس تو بیس اڑاتے ہو
میلون کیلئے عمدہ پوشاک بناتے ہو جب پاس نہین ہوتا تب قرض منگاتے ہو

برتے پہ مہاجن کے یہ ٹھاٹھ امیرانہ

کیون صرف خباثت ہے جو ذہن مین ہے تیزی محسوب ہنرمندی ہر مفسدہ انگیزی
اخلاق نہ اسلامی اپنے ہین نہ انگریزی ہر رشتۂ مذہب سے صرف اپنی دل آویزی

کیا انکو قسم ہے پاس اک نسبتِ صد دانہ

اعلےٰ ہو کہ ادنےٰ ہو ہم سب سے اکڑتے ہین
جتنا کوئی سمجھائے اُتنا ہی بگڑتے ہین
سیدھی جو کرین باتین معلوم ہو لڑتے ہین
جو کام کرین باہم لڑتے ہین جھگڑتے ہین

ہین انجمنین اپنی بازیچۂ طفلانہ

کچھ قرض اگر لیلین پھیر دین نہ قیامت تک
انکار کرین نوبت پونچے جو عدالت تک
تائید مین دینے کو تیار شہادت تک
قانون ہین ازبر میعادِ سماعت تک

اور اُسکو سمجھتے ہین اک چال حریفانہ

تلبیس و دغابازی مکاری و غداری
اغوا و فسون سازی طراری و عیاری
کیادی و غمازی عیاشی و میخواری
کذب و غلط اندازی اوباشی و بدکاری

یہ جملہ رذائل ہین فہرست سلیخانہ

محنت سے مشقت سے نفرت ہے ہمین نفرت
حاصل ہے مہارت چوری مین جوے کی لت
ان سب سے بچے شاید تو بھیک کی ہے عادت
شیطان مجسم ہین لاحول ولا قوت

دھوبے کی ہو اک ٹٹی ملبوس شریفانہ

شیوہ جو ہمارا ہے بغض و حسد و کینہ — کچھ کام نہین دیتی اب اُلفت دیرینہ
کیا تاب کدورت سے رکھین جو دل آئینہ — ہر وقت نفاق آگین ہر شخص کا ہے سینہ

دو روز بھی آپس مین نبھتا نہین یارانہ

ناخواندہ پہونچتے ہین تو پاکے ضیافت کی — پھر اُسپہ رجز خوانی اظہار شرافت کی
عادت ہی نہین رکھتے ہم صبر و قناعت کی — افلاس کی شدت سے یہ حد ہے وقاحت کی

سُنتے ہین جہان دعوت گھس پڑتے ہین درانہ

حق خمس و زکوۃ اپنا زردار سمجھتے ہین — روزون کو نمازون کو بیکار سمجھتے ہین
مفلس جو مرے شرکت ہم عار سمجھتے ہین — میت کا اُٹھانا تک اک بار سمجھتے ہین

ڈر ہے کہ جو دین کاندھا دُکھنے نہ لگے شانہ

ناعاقبت اندیشی ہر بات مین رہتی ہے — اسوجہ سے بدنظمی اوقات مین رہتی ہے
جان ایسی دنائت سے آفات مین رہتی ہے — مقصود ریاکاری خیرات مین رہتی ہے

چار آدمی جب دیکھیں تب صرف ہوا ایک آنہ

ہر صنعت و حرفت سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے
ہر علم سے حکمت سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے

اسباب معیشت سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے
احکام شریعت سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے

ہے گرم فقط ہم سے اب محفل رندانہ

اسوقت نہ پہونچینگے جسوقت بلا دیجے
سن لیجئے سو باتین اک وعظ سنا دیجے

رنج بھی نکرے کوئی مسجد جو بنا دیجے
ہان جاکے تھیٹر مین اک شمع جلا دیجے

پھر دیکھیے گرتا ہے پروانہ پہ پروانہ

اے لکھنوا اے مرکز ہم اہل تشیع کے
کیا ہو گئے بتلا تو ارباب ہم تیرے

زندہ ہین ترے مردے مردہ ہین ترے زندے
اے کاش کوئی دیکھے عبرت کی نگاہون سے

وہ قبلہ و کعبہ کا مشہور عزا خانہ

گرتی ہوئی دیوارین ہین قوم سے فریادی
ٹوٹی ہوئی محرابین ہین مائل بربادی

یہ مقبرہ اسکا ہے جو قوم کا تھا ہادی
جنبش مین ذرا آجای قوت امدادی

ہستی کا عمارت کی لبریز ہے پیمانہ

تیری رگ غیرت مین گر کچھ بھی حرارت ہی — ای قومِ دلِ افسردہ فرض اُسکی مرمت ہی
جو ہند کے خطّے مین اک تختۂ جنت ہی — حیف اُسکی مرمت کو چندہ کی ضرورت ہی

چندہ نہ کھون وسکو ہے خلد کا بیعانہ

بس قوت ہمدردی دِل مین نہ اُٹھا محشر — ہین جمع یہان ماشاء اللہ کرم گستر
فصدِ رگِ غیرت کو درکار نہین نشتر — ہان جوش مین اب آجایہ نظم صفی سنکر

اے خونِ جوانمردی اے ہمتِ مردانہ

دلگداز

اس نظم مین عروج و زوال فرقہ شیعہ کا ذکر ہے اور تعلیم کے ذریعہ سے ترقی کرنے اور درسگاہ کو پہلنے کی تحریک کی گئی۔ یہ نظم سنہ ء کے اجلاس شیعہ کانفرنس کے موقع پر نظم کیگئی تھی

خوب اس دنیا کی ہم نے سیر کی — مدرسہ کی میکدہ کی دیر کی
فرط حیرت سے کچھ ایسے کھو گئے — ہم جہان پہونچے وہین کے ہو گئے
جب کھلین آنکھین ہوی شرمندگی — چلتی پھرتی چھاؤن تھی یہ زندگی

یاد آیا جبکہ ہمکو ہوش تھا — ابتدا مین انتہا کا جوش تھا
اپنے سرچشمہ سے ہم نزدیک تھے — فیض یاب قوت تحریک تھے
نیت خالص ہمارے دل مین تھی — چاشنی ایمان کی آب و گل مین تھی

مرکزی قوت سے جب ہٹتے گئے　　　جسقدر بڑھتے گئے گھٹتے گئے
جب بڑھے منبع سے تیرہ سو قدم　　　کیا تھے اور کیا ہو گئے افسوس ہم
گھر گئے بڑھکر عجب آفات مین　　　پھنس گئے خاشاکِ تسویلات مین
پھیلے اتنا صورتِ سیلاب ہم　　　رفتہ رفتہ ہو گئے پایاب ہم
گر یہی حالت رہی بے اشتباہ　　　کچھ دنون مین خشک ہو جائین گے آہ
چھوڑ کر خطِ صراط المستقیم　　　پڑ گئے چکر مین باللہ العظیم
صبر و استقلال کھو بیٹھے تمام　　　آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے تمام

ہان ٹھہر اے گردشِ دوران ٹھہر　　　دیکھ لینے دے پلٹ کر اک نظر
بحرِ ہستی اپنا دھارا پھیر دے　　　سوئے مبدا رخ ہمارا پھیر دے
واقعون کے اے محیطِ موج خیز　　　بہ ذرا سوئے نشیب اتنا نہ تیز
تھوڑی دیر آرام کر دم لے ذرا　　　تھم کے بہ لینا بہت جلدی ہے کیا

اے مری عمرِ روان اے میری ناؤ | اُسطرف کیون جا جدھر کو ہے بہاؤ
ہان نفس کے بادبانو اِک ذرا | موڑ دو سینہ جہازِ عمر کا
جلد آئے تاریخ اپنی دوربین | لا کے ہمکو دے کہ دیکھیں ہمنشین
لنپے آثارِ قدیمہ تھوڑی دیر | اور اِس دریاے بے پایان کا پھیر

ہم وہی ہین جھیلتے تھے سختیان | تھی جب اولادِ اُمیہؔ حکمران
ہم وہی ہین تھے بلا مین مبتلا | جب زمانہ تھا بنی عباس کا
شیعگی تھی داخلِ جرمِ کبیر | اِس خطا پر روز ہوتے تھے اسیر
چین سے رہنے نپاتے تھے کہین | ڈھونڈتے پھرتے تھے ہمکو اہلِ کین
کاٹے جاتے تھے ہمارے بند بند | ذبح یون ہوتے تھے جیسے گوسفند
سیکڑون ہی گھر جلا ڈالے گئے | زندہ ہم اکثر جلا ڈالے گئے
زندہ کیسے مُردے جلوائے گئے | کھود کر قبرین نکلوائے گئے

ہوتے تھے تشہیر بازارون مین ہم — جاتے تھے بندھ بندھکے دربارون مین ہم

گردنین داغی گئین اور ہاتھ بھی — کون سی توہین تھی جو اٹھ رہی

لوٹا جاتا تھا ہمارا مال و زر — پھرتے تھے بدست و پا ہم دربدر

مسکنون مین رہنے پائے کب غریب — موت غربت کی ہوئی اکثر نصیب

جب ہوئے داخل کسی تدبیر سے — مر کے نکلے خانۂ زنجیر سے

دفن کرنا تک ہمارا تھا گناہ — مر کے بیدفن و کفن رہتے تھے آہ

رونے والے ہمکو رو سکتے نہ تھے — کچھ ہو منھ اشکون سے دھو سکتے نہ تھے

روتے احیاناً جو اپنے حال پر — تازیانے پڑتے تھے اطفال پر

مقبرون پر بھی نپاتے تھے امان — بہتی تھین ہر جا لہو کی ندیان

گردنین لاکھون ہماری کٹ گئین — ڈھیر سے لاشون کے گلیان پٹ گئین

پتھرون مین ہم دبائے جاتے تھے — سولیون پہ ہم چڑھائے جاتے تھے

قتل ہوتے تھے کبھی ہوتے تھے قید — خون کے پیاسے تھے عمر و بکر و زید

جب کوئی قصرِ ستم آرا بنا — خون سے سادات کے گارا بنا

دل شکن الفاظ سنوائے گئے — زندہ دیواروں میں چنوائے گئے

کاٹ کر لائی گئیں نہریں کبھی — ہل چلے قبروں پہ اُف ری بیکسی

جوش کیسا ماتمِ شبیر میں — رو نہ سکتے تھے غمِ شبیر میں

معتقد اُون پر ستم ہوتے رہے — ظلم سب پر بیش و کم ہوتے رہے

چین سے رہنے نہ پائے الحذر — گوشہ گیری میں ہوئیں عمریں بسر

اُسپہ بھی ہوتے رہے اکثر اسیر — زہر دلوائی رہی قومِ شریر

سید سجاد سے لیکر تمام — تا جنابِ عسکری تلخ کام

مبتلائے قہر ہی آخر ہوئے — سب شہید زہر ہی آخر ہوئے

تھی جو طوفانی زمانے کی ہوا — بجھ نہ جائے شمعِ دین یہ خوف تھا

کی اسی سے اُسنے غیبت اختیار — آپکو ہمکو ہے جسکا انتظار

مبتلا تھے ہم جب ان آفات مین — حد کی تھی شایستگی عادات مین

عمر ہوتی تھی تقیہ مین بسر — تھی مگر حفظ عقائد پر نظر

جانتے تھے راز داری کی اصول — دل شکن بحثین نکرتے تھے فضول

دل مین تھا جوش ولاے پنجتن — پر زمانے کے موافق تھا چلن

مستعد رہتے تھے اپنے کام پر — تھی نظر آغاز مین انجام پر

قوت اخلاق سے بے اشتباہ — تھی ہمین تسخیر دل مین دستگاہ

تھین نہ باتین بوالفضولون کیطرح — رہتے تھے کانٹو نمین پھولون کی طرح

ڈنک بچھو کے زبانون مین نہ تھے — نیش زہریلے بیانون مین نہ تھے

کرتے تھے ہر علم و فن کا اکتساب — تھی مگر پیش نظر راہ صواب

یون اضافی وصف پر ہم غش نہ تھے — وصف ذاتی سے کنارہ کش نہ تھے

تھا ہمارے علم پر شاہد عمل — تھے ہمین تہذیب مین ضرب المثل

ایک بھی لاکھو نمین ناکارہ نہ تھا — نے ہمارے ملک کو چارہ نہ تھا

تھے ہمیں اعلیٰ مناصب پر تمام — تھا ہمیں سے سلطنت کا انتظام
جانتے تھے ملکی و ملی حقوق — تھا ہمارے عدل پر سب کو وثوق
حد کا ہم میں جذبۂ اخلاق تھا — آستانہ مرجعِ آفاق تھا
اہلِ سیف اہلِ قلم ہم کیا نہ تھے — ہاں مگر اس طرح بے پروا نہ تھے
قابلِ تقلید ہر کردار تھا — معتدل ایثار و استیثار تھا
ہم سے تھی شائستہ پائندگی — شخصی و اہلی و نوعی زندگی
علم الاحسان ہو کہ علم الاعتدال — یا ہو علم العدل تھا سب میں کمال
تھا طبیعت میں جو اخلاقی شعور — تھی تعامل میں بھی ہمواری ضرور
مختلف ہر چند تھے افرادِ قوم — متفق لیکن دمِ امدادِ قوم
پردہائے سازِ رنگا رنگ تھے — چھیڑ دے کوئی تو ہم آہنگ تھے
رہتے تھے باہم گر شیر و شکر — کس مزے سے عمر ہوتی تھی بسر
تلخ اپنی زندگی ایسی نہ تھی — اب جو حالت ہے کبھی ایسی نہ تھی

قوم کے افراد مین تھا اتفاق
یون نہ تھا باہم گر بغض و نفاق

قوم کی جب عمر کا آئے خیال
ہر صدی کو فرض کیجیے ایکسال

اسطرح گِن کر سمجھ لیجیے ذرا
اس بلاکش قوم کا کیا سِن ہوا

چودھوان نامِ خدا گو سال ہے
صبح ہے تو شب نہین یہ حال ہے

ننگ پیری ہے جوانی قوم کی
قصہ پُر غم کہانی قوم کی

قوم اے قوم اے مری مظلوم قوم
مُردہ دل افسردہ دل مغموم قوم

جوشِ ہمت وہ ترا کیا ہو گیا
پائون راہِ سعی مین کیون سو گیا

ہو گیا کیا وہ دماغ و دل ترا
حل ہو کیونکر عقدۂ مشکل ترا

یہ تو ظاہر ہے کہ ہے تجکو بقا
تا قیامِ قائمِ آلِ عبا

زندگی ہے پھر تجھے کیون یاس ہے
مرگ کا ہر وقت کیون وسواس ہے

زندہ ہے لیکن بحالِ احتضار
زندہ تو مومین نہین تیرا شمار

دیکھ قومین جو تری ہم عمر ہین
بلکہ وہ تک تجھسے جو کم عمر ہین

نیز وہ جو تیری نسبت ہین مسن
کرتی جاتی ہین ترقی رات دن

اور ایک تو ہے کہ اطمینان سے
سو رہی ہے ہاتھ دھو کر جان سے

علم سے مطلب نہ حکمت سے غرض
نفس پر غالب جہالت کا مرض

قوم کی ہر فرد خود بین خود ستا
جو تھا لنکا مین وہ باون گز کا تھا

گو نہین تہذیب اخلاق اسقدر
ناز ہے قومی شرافت پر مگر

گو کہ اک جز و معطل ہین ہمین
پر زمانے بھر سے افضل ہین ہمین

صنعت و حرفت سے ہمکو ننگ و عار
باپ دادا تھے وزیر و شہریار

پیشہ ور مزدور کہلائین یہ کیا
بازیون سے دل نہ بہلائین یہ کیا

ہم کرین محنت یہ دل کو شاق ہے
فکر روزی کیا خدا رزاق ہے

لکھنا پڑھنا جسکو شُدبُد آگیا
وہ تو تمغاے تفاخر پا گیا

اُس سے بڑھکر کون ہے صاحب کمال
گل جسے از بر ہو بستان خیال

کچھ ہوئی پیدا تو یون خوبی ہوئی — پستی اخلاق مین ڈوبی ہوئی
دین جواب اسکا جو سمجھا و کہین — تم کوئی قاضی نہین مفتی نہین
کون تم سمجھانے والے بار بار — ہمکو اپنے فعل کا ہی اختیار
تیرہ بختی کا ہماری ہے یہ حال — ایک بھی سو مین نہین روشن خیال

شرم! شرم!! ای قوم یہ خواب گران — اٹھ رہی ہین دیکھ تجھپر انگلیان
خواب وہ سکتہ سے بدتر ہی جو خواب — خواب وہ خواب اجل کا ہمرکاب
بے سبب کیا غل مچانے آئے ہین — نیند سے تجکو جگانے آئے ہین
عمر ہے غفلت مین ساری کھو رہی — کیا ہی میٹھی نیند ہے تو سو رہی
ہم نے یہ مانا جوانی کی ہے نیند — یا خمار سر گرانی کی ہے نیند
یا علی کہکر مگر اٹھ بیٹھ قوم — تا کجا آخر یہ استیلاے نوم
ہے اگر ناساز کچھ تیرا مزاج — ہین اطبا جمع - کر انکا علاج

جب زمانہ اور تھا اب اور ہے   خسرو برطانیہ کا دور ہے
اپنی اصلاحون مین تو آزاد ہے   مہربان تجھپر شفیق اُستاد ہے
کچھ ترقی کے قدم آگے بڑھا   اپنی غفلت کو نہ جھنڈے پر چڑھا
جا سبق پڑھ مکتبِ اخلاق مین   بن ذرا ہر دل عزیز آفاق مین
دوست کو دشمن بنایا بھی تو کیا   لطف جب ہے دوست دشمن کو بنا
یاد کر خُلقِ نبیؐ خُلقِ علیؑ   سہتے تھے ظلمِ خفی ظلم جلی
کام لیتے تھے تحمل سے مگر   رفع شر ہر وقت تھا مدِ نظر
یہ سُنا تو ہو گا لیکن پھر سُنو   جو مرے گُڑ سے اُسے کیون زہر دو
دل ہے شیشہ بھر کے دیکھو تو ذرا   بادہ دع ما کدر خذ ما صفا
اس سے بہتر کچھ نہین آفاق مین   قوتِ اعجاز ہے اخلاق مین
نفس کو اخلاق سے کامل کرو   دین و دنیا دونو پھر حاصل کرو
دین کی پابندیون کے ساتھ ساتھ   ہاتھ مین لو دولتِ دنیا کا ہاتھ

اتفاق باہمی پیدا کرو
قوم مین کیون نہ برہمی پیدا کرو

شہرت ذاتی کا چھوڑو وسوسہ
ملکے کھولو ایک قومی مدرسہ

صنعت وحرفت کا وہ اسکول ہو
انتظام اُس کا مگر معقول ہو

بورڈنگ ہوس جسے سب کہہ سکین
طالب العلم آکے اکثر رہ سکین

جو بنائی جائے تعلیمی نصاب
ہوشیاری سے ہو اوسکا انتخاب

جامع ومانع وہ درسیات ہون
دُنیوی دینی ضروریات ہون

مجکو جب پیدا ہوا تھا یہ خیال
کم سے کم اوسکو ہوے بائیس سال

نخل فریاد اک پرانی مثنوی
دیکھ لیجئے ہے اسی مضمون کی

صنعت وحرفت ہو جسکا ماحصل
کون اوس تحریک پر کرتا عمل

سُنکے دردانگیز فریاد صفی
قوم نے افسوس کروٹ تک نہ لی

خواب غفلت مین پڑی سوتی رہی
مہد نکبت مین پڑی سوتی رہی

قیمتی وقت اسقدر ضائع کیا
ساتھ اونکے مال وزر ضائع کیا

بعدِ مدت خواب سے چونکی تو ہے
دیکھیئے کرتی ہے کیا اب قوم طے

کرتی ہے عرضِ ندامت یا نہین
ہوتی ہے سرگرمِ محنت یا نہین

دے الٰہی قوم کو توفیقِ نیک
بہرہ ور علم و عمل سے ہو ہر ایک

مبتلاے جہل ساری قوم ہے
واہ کیا ہم کیا ہماری قوم ہے

ہو نجائے فرطِ عسرت سے ہلاک
قوم کی حالت بہت ہی شرمناک

قوم کو کہتا تو ہون خود کیا ہون مین
قوم کے دامن کا اک دھبا ہون مین

قوم مین مجھسا نہو گا ننگِ قوم
قوم آئینہ مری مین ننگِ قوم

مجھسا کب ہو گا کوئی بدنامِ قوم
گر ذرا دے قوم دردِ جامِ قوم

اب کہان تک قوم کا دکھڑا صفی
ختم بھی ہوگی کبھی یہ مثنوی

جمع ہین دیکھو جوانمردانِ قوم
مصلحانِ قوم و ہمدردانِ قوم

قوم کی اصلاح ہو یہ فکر ہے
رات دن باہم اسیکا ذکر ہے

منزلیں طے کر کے آئے ہیں یہاں — تین دن سے ہیں تمہارے میہمان
خدمتِ قومی سمجھتے ہیں جو فرض — اُنکی خدمت میں کروں اسطرح عرض

اے معزز میہمانو سُنو — قوم کے راحت رسانو محسنو
ہم ادا کرتے ہیں سب کا شکریہ — ہے زبان و دل سراپا شکریہ
آپ آئے محفل آرائی ہوئی — لکھنؤ کی عزت افزائی ہوئی
ہیں معالج آپ جس کے واقعی — ہیں اُسی بیمار کے ہم خدمتی
مشترک تشویش میں تھے مبتلا — میہمان و میزبان صبح و مسا
کیا کہیں کچھ بھی نہ خاطر کر سکے — دل کی حالت کو نہ ظاہر کر سکے
آپ کے بیمار کے تیماردار — عفوِ تقصیرات کے ہیں خواستگار
بندہ پرور آپ کو آنا نصیب — سالِ آئندہ ہمیں لانا نصیب

فی امان اللہ اے ارکان قوم
فخرِ قوم اے تاجِ قوم اے جانِ قوم

لخت جگر

[سنہ ۱۹۰۹ء کے اجلاس سوم شیعہ کانفرنس منعقدہ بمقام لکھنؤ سے نظم موسومہ "لخت جگر" کا سلسلہ شروع ہوا ہے جسمیں شیعہ کانفرنس کو دو سال کا بچہ قرار دیکر تعلیم کیطرف قوم کو توجہ دلائی ہے اور انھیں نظموں کے سلسلہ مابعد میں سب سے پہلے شیعہ کالج کی صدا اسوقت بلند کی گئی جب اسکا کہیں اور چرچا نہ تھا]۔

لکھنؤ اے مطلع نور ہدایت لکھنؤ — چاند کا ٹکڑا لیے ہے گود میں کیسا یہ تو
دوڑتا پھرتا ہو رگ رگ میں جو اسلامی لہو — دو برس کی جان اور اعضا میں یہ جوش نمو
کون کرتا ہے نگاہ مہر پرور دیکھیے
کسکے پاس آتا ہے یہ بچہ ہمک کر دیکھیے

ہوتی ہے بچپن میں شیرینی سے رغبت بیشتر — پا گئے رمز طبیعت جب یہ ارباب نظر
نفع کی اک چیز لا کر دی اسے یعنے شکر — جو ہیں دیکھا اسکے ہونٹوں پر تبسم کا اثر
آگیا جوش اہل ہمت کو خزانہ کھل گیا
بات کہتے اک شکر کا کارخانہ کھل گیا

سرپرستی کو جب اسکی عالمان دین اُٹھین
والیان ملک و سرداران باتمکین اُٹھین

گوشہ گوشہ سے سحر خیزان مہر آئین اُٹھین
چھوڑ کر بیمارِ غم تک بستر و بالین اُٹھین

پھر نہ کیون پیارا ہو یہ آنکھونکا تارا قوم کی

راحتِ دل زندگانی کا سہارا قوم کی

کس قیامت کا جوشیلا ہی یہ طفل خرد سال
گھٹنون چلنے کے دن ہین لیکن اسکا ہی یہ حال

ہر طرف چلنے کو ہی تیار ہنگام سوال
ہاتھون ہاتھ اسکو لیے پھرتے ہین ارباب کمال

کونسا دل ہے نہین جسکی محبت جوش مین

آج اس آغوش مین ہی کل یہ اُس آغوش مین

سال آیندہ سُنا جاتا ہے یہ حسبُ الطلب
لکھنؤ کی گود سے جائیگا امروہہ تک اب

پھر وہان سے دیکھیے جائے کہان خواہان ہین سب
گھوم پھر کر لکھنؤ آئیگا کیا معلوم کب

یہ خوش و خرم رہے یارب جہان چاہے رہے

شاد روز و شب رہے یہ اب جہان چاہے رہے

قوم کی ادنیٰ توجہ اسطرف درکار ہے ۔ وہ روش پیدا کرے دنیا کی جو رفتار ہے
اکتساب علم و فن ہے خوبیٔ کردار ہے ۔ کیسے اس نعمت سے کیون پرہیز ہے کیون عار ہے

منزلت قومون مین کچھ یہ قوم اُس دن پائیگی
دولتِ تعلیم جس دن عام کردی جائیگی

صنعت و حرفت مین کچھ پیدا کرین دستگاہ ۔ جب کہین شاید پڑے شایستہ قومونکی نگاہ
چاہتے ہین ہم جو بنا مردِ میدانِ رفاہ ۔ ٹھوکرین کھائین نہ اُن گلیونمین جو ہین بیراہ

رہبری کیواسطے علم و عمل کو ساتھ لین
دولتِ دنیا کا اپنے ہاتھ مین پھر ہاتھ لین

قوم کی افراد کو لازم ہے اسیرِ اتفاق ۔ دل کے گلشن مین نہ رہنے دین کہین خارِ نفاق
رابطے مین بھی اعتدال اتنا کہ جو گذرے نہ شاق ۔ گرمجوشی سے نہ پیدا خون مین ہو احتراق

کمپنی قائم کرین یا انجمن قائم کرین
ہان چلین اوس راہ پر جو رائے زن قائم کرین

رہبرِ کامل کے ہاتھوں میں عنانِ قوم ہو　　روز افزوں مجمعِ دانشورانِ قوم ہو
یہ ہم آہنگی الٰہی درمیانِ قوم ہو　　جو زبان اک فرد کی ہو وہ زبانِ قوم ہو
تا ظہور صاحب الامرؑ اسکو ہو نشو و نما
بارور اہلِ تشیع کا یہ نخلِ مدعا

قوم کا نورِ نظر یہ قوم کا چشم و چراغ　　جسکی صورت دیکھکر ہی قوم کا دل باغ باغ
خود قیافہ یہ بتاتا ہے کہ ہے روشن دماغ　　مغربی تعلیم سے بھی ہوگا جب حاصل فراغ
نیند سے غفلت کی ہم سبکو جگائے گا یہی
قوم کے دامن سے بس دھبہ چھوڑائیگا یہی

ہے صفی کی یہ دعا اے کردگارِ ذوالمنن　　ہو جوان جلدی سے بڑھکر یہ پیرِ چرخِ کہن
لکھنؤ مولد ہے اسکا لکھنؤ اس کا وطن　　اور سارا ہند اسکی سیر کو صحنِ چمن
پھول برسیں رخ جدھر ہو جلوہ آرائے بہار
جائے یہ سروِ خرامان جسطرف آئے بہار

لکھنؤ کا یہ جگر گوشہ یہ طفلِ شیر خوار — جسکی پیشانی پہ لکھا ہے جوشیلا ہونہار
اور ہو جائے ذرا اے قوم بڑھکر ہوشیار — دیکھنا ہوتا ہے کیا رعنا جوان شاندار
شہرۂ آفاق ہوگا حُسن تا سِنِّ تمیز
تو بھی جو صورتِ یوسفؑ نہ ہو ہر دل عزیز

زالِ دنیا اپنی آنکھوں سے لگائیگی رکاب — میرے یوسفؑ کی دعا اُسوقت ہوگی مستجاب
پیکرِ دولت مین پیدا ہوگا رنگِ انقلاب — قوم دیکھیگی زلیخا کیطرح عودِ شباب
پھر جو چمکیگا ستارہ قوم کے اقبال کا
ہوگا خواہش کے موافق زائچہ ہر سال کا

آسمانِ سرزمینِ لکھنؤ کا یہ ہلال — رفتہ رفتہ ایک دن پہونچیگا تا حدِ کمال
دیکھنا اُسوقت جذبِ پرتوِ نورِ جمال — قوم کو کھینچیگا سوے اوجِ تہذیبِ خیال
قوم کروٹ لیگی طاقتور سمندر کیطرح
چمکیگا اس بحر کا ہر قطرہ اختر کیطرح

سختیان جھیلی ہین تو نے جسکی خاطر لکھنؤ
مال کیا جسکے لئے ہے جان حاضر لکھنؤ

تجھسے چھٹتا ہے وہ ننھا سا مسافر لکھنؤ
دیکھ لے حسرت کی نظر دن سے ذرا پھر لکھنؤ

منھ سے پھر اک بار کہدے وقت رخصت الوداع
الوداع اے یادگارِ ملک و ملت الوداع

معذرت نامہ

سنہ ۱۹۰۹ع کے اجلاس شیعہ کانفرنس منعقدہ بمقام لکھنؤ کے مہمانان کے رخصت ہونیکے موقع پر یہ نظم پڑھی گئی

ہمارے اُجڑے ہوے لکھنؤ کے مہمانو
شکستہ قصر تشیع کے محکم ارکانو

بھنور سے ڈوبتی کشتی نکالنے والو
جہاز قوم کا بیڑا سنبھالنے والو

وقار کانفرنس اعتبارِ کانفرنس
بہار کانفرنس افتخارِ کانفرنس

دیار ہند کے قومی مسافرو شیعو
لوائے آل محمدؐ کے ناصرو شیعو

خم غدیر کے روشن ضمیر متوالو
ذرا ادھر بھی میرے دستگیر متوالو

تمھارے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہی — یہ اور کچھ بھی نہین جذبہ محبت ہے
جگہ جہان یہ ہی دل مین دکھا نہین سکتے — تمھارے قدمون سے اب سر اٹھا نہین سکتے
دلونمین آگے نئی روح پھونکدی تمنے — جلا لیا کہ بھی روح پھونکدی تمنے
اٹھائی تین برس تمنے کیسی حیرانی — جو چاہیے تھی وہ ہم کر سکے نہ مہمانی
دل آئینہ ہے۔ مگر اور صاف کردینا — خطا ہوئی ہو جو کوئی معاف کردینا
ابھی کچھ اور سُنے جاؤ ہمکو کہنے دو — ہمارے دُکھتے ہوے دلپہ ہاتھ رہنے دو
وفاے وعدہ ہے دشوار وعدہ آسان ہی — کیا ہی جرم۔ اگر بخشدو تو احسان ہی
قصور وار ہین دل کو ملال ہو کہ نہو — ہمین خیال ہی تمکو خیال ہو کہ نہو
علاج کر نہ سکے اپنے دلکے داغونکا — دکھائین خاک تماشا تمھے چراغون کا
ہمارے جلسہ قومی کا تھا وہ پہلا سال — کہ اسطرف متوجہ ہوا تھا سب کا خیال
جناب قبلہ و کعبہ کا تعزیہ خانہ — قیامت آئی بنا چاہتا ہے ویرانہ
اجل نے کی ہی جہان ہر طرف چمبندی — جھلک رہی ہی ہزار دلنے اک نشانمندی

بجاؤ دور ہین علم کے دفینے ہین ‌ ‌ ‌ ‌ سپرد خاک عجب قیمتی نگینے ہین

یہی ہے منزل روشن فلک وقارونکی ‌ ‌ ‌ ‌ فرودگاہ ہے چمکتے ہوے ستارونکی

پڑے ہین پھول وہ بکھرے زمین کے دامن پر ‌ ‌ ‌ ‌ دکھا رہا ہی یہ طبقہ بہشت کا منظر

اسی بہشت کے قصرونکا حال ابتر ہی ‌ ‌ ‌ ‌ پڑے ہوے ہین وہ رخنے کہ عقل ششدر ہے

اگرچہ ایک نظر دیکھ لیجیے سرکار ‌ ‌ ‌ ‌ شکست دل کی خبر دینگے خود در و دیوار

ستون خم کا اشارہ ہی یہ خوش اعمالو ‌ ‌ ‌ ‌ سنبھالنا کہ چلا مین سنبھالنے والو

ہمارا ہند مین ہان وادی السلام ہی یہ ‌ ‌ ‌ ‌ مقدس اور متبرک عجب مقام ہے یہ

مٹا جو نقش تو آئیگا قوم پر دھبا ‌ ‌ ‌ ‌ یہ حال سنکے نہ کیون اہل دل کو جوش آتا

ہوئی یہ انجمن جعفریہ کی تحریک ‌ ‌ ‌ ‌ کہ اس انجمن کی درستی مین ہو وہ دل سے شریک

یہ لکھنؤ نے مگر طے کیا کہ حسب رواج ‌ ‌ ‌ ‌ ہم اپنے زخم جگر کا کرینگے آپ علاج

ہمین کرینگے مرمت امام باڑے کی ‌ ‌ ‌ ‌ ہمین یہ فرض ہی خدمت امام باڑے کی

چنانچہ فکر یہی تھی اسیکی تھی تدبیر ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ناگہان ہوئی ظاہر نخوست تقدیر

وہ پیش آتے رہے واقعات یاس فرسا — کہ ہمکو ہائے کسی بات کا نہ ہوش رہا

گذر گئی جو گذرنی تھی بیچارون پر — یہ شعر حضرت آتش کا تھا زبانون پر

چلی ہوا ایسی زمانے مین کچھ ہوا اُلٹی
کہ سیدھی بات سمجھتے ہین آشنا اُلٹی

غریق لجۂ غم الغرض ابھر نہ سکے — ہزار حیف کہ ایفاے عہد کر نہ سکے

نجات پائی ہی غم سے خدا خدا کر کے — کرینگے زخمونکا اپنے علاج جی بھر کے

صفی کیا ہی جو مینے حوالۂ خامہ — یہ لکھنؤ کی طرف سے ہی عذر نامہ

وہ لکھنؤ کہ جو ہے تین سال سے ممنون — کہون محبت قومی کا جوش اسکو جنون

یہ تین دن سے فلک پر گھٹا ہی چھائی ہوئی — کہ لکھنؤ تیری آنکھین ہین ڈبڈبائی ہوئی

یہ کیا یہ کیا تیرا چہرہ یہ کیون بحال نہین — تجھے کچھ اپنے مسافر کا بھی خیال نہین

خوشی سے یہ بھی تو کہدے جدھر لڑی ہی نگاہ
خدا کو سونپ دیا جاؤ فی امان اللہ

قطعہ

امام باڑۂ غفران مآب کی تعمیر فنڈ مین امداد کے لئے نظم موسومہ بہ لخت جگر کے خریداری
کے قوم کو توجہ دلانے کے لئے قطعہ

ہمارا جوش بھی افسوس جوش وقتی ہے
صفی یہ کہکے مرا دل ہی خود بھر آتا
خرید لیتی جو قوم ایک ایک لخت جگر
امام باڑہ غفران مآب بن جاتا

ساقی نامہ

(سنہ ۱۹ء کے اجلاس امروہہ مین یہ نظم پڑھی گئی)

ساقیا دام محبت کے اسیر آپہونچے
تیرے ہاتھون کی لکیرون کے فقیر آپہونچے

لیکے امروہہ مین اک جم غفیر آپہونچے
دیکھ مستانِ مے خم غدیر آپہونچے

ڈورے ڈالے نگہ مست نے میخوارون پر
بیلین چڑھنے لگین میخانہ کی دیوارون پر

نشہ دوڑا رگ و ریشہ مین ہمارے ساقی
نظر آنے لگے وہ عرش کے تارے ساقی

یہ ادائین یہ محبت کے اشارے ساقی
میرے پیارے مرے اللہ کے پیارے ساقی

دور دورِ نگہ میکدہ آشام رہے
جب تک آوازۂ کوثر ہو ترا نام رہے

عید سے عید ادھر آنا ادھر آ ساقی
ہم فقیرون سے بھی اب ہاتھ ملانا ساقی

تشنہ کاموں کو ذرا خوب چھکانا ساقی بلکہ کوثر ہی کو پیمانہ بنانا ساقی
ہے اسی میکدہ مین اپنا گذارہ ساقی
کہ جہان پیر مغان ایک ہو بارہ ساقی

تین دن تک ترے مہمان ہینگے میخوار میزبان دیکھ رہے ہے تیری نگاہ سرشار
وہ جنون خیز ترے ساغر گلگون کی بہار ارے توبہ وہ مرا توبہ شکن جوش خمار
زلف ادھر عارض گلرنگ پہ لہرانے لگی
ادھر انگڑائی پہ انگڑائی مجھے آنے لگی

قبلہ رُخ دیکھ وہ گھنگھور گھٹا اٹھی ہے باندھکر آج بڑا زور گھٹا اٹھی ہے
مے کے قلزم سے شرابور گھٹا اٹھی ہے باغ مین ناچتے ہین مور گھٹا اٹھی ہے
کالی کالی یہ سیہ مست گھٹا متوالی
اودی اودی یہ زبردست گھٹا متوالی

کر رہی ہے یہ اشارہ کہ چلے جام چلے تاکہ مستان خم آشام کا کچھ کام چلے

دور پر دور برابر سحر و شام چلے　　حشر تک ساقی گلفام ترا نام چلے

ہم سویرے ہی یہان آئے تھے ابتک نہین پی

منھ اندھیرے ہی یہان آئے تھے ابتک نہین پی

گرد میخانہ فقیرون کے پڑے ہین ڈیرے　　در دولت پہ ترے کرتے ہین سو سو پھیرے

پھرتے ہین پیر خرابات کو ہر دم گھیرے　　کیون میرے باب مین کیا حکم ہے ساقی میرے

مجھکو بھی آج کوئی جام ملے گا کہ نہین

مژدہ عید کا انعام ملے گا کہ نہین

باتین کرتا ہوا اپنے دل رنجور سے آج　　ساقی میکدہ آتا ہون بڑی دور سے آج

نگہ لطف ادھر بھی اُسی دستور سے آج　　دیکھ لینا ہے صلہ نرگس مخمور سے آج

جوش گل دیکھ کے مجھکو بھی ترنگ آئی ہے

عہد پیری مین جوانی کی امنگ آئی ہے

قابل دید ہے سرسبزی ایام بہار　　ملگیا سبزہ خوابیدہ کو پیغام بہار

ساغر گل کہ چھلکتا ہی کوئی جام بہار ہو گیا چار طرف نام خدا نام بہار

آسمان سبز زمین سبز در و بام ہین سبز
اثر پرتو مینا سے خط جام ہین سبز

عارض گل پہ صفی دوڑ گیا رنگ بہار کوئی غنچہ کے سوا اب نہین دل تنگ بہار
ٹہنیان جنمین نہ ہون پھول وہ ہین ننگ بہار تختۂ صحن چمن تختۂ ارژنگ بہار

گوشہ گوشہ مین ہزارون ہی تو ہین گل بوٹے
لطف تا مدہ نگہ شوق کہان تک لوٹے

جس طرف دیکھئے پھولون کی لگے ہین انبار کیا ہی مستانہ کھڑے جھوم رہے ہین اشجار
بلبلون مین ہی رقیبانہ کہین پر تکرار گتھ کے آپس مین حریفانہ وہ آنکی جھپکا

کہین بیٹھی ہوئی یون کوک رہی ہی کوئل
دل پکڑ لے جو صدا سن لے کوئی صاحب دل

دار بستون پہ کہین تاک مین خوشہ لٹکے جسکی بیلون مین ہین دل بادہ کشون کے اٹکے

لب جو سرو کسی جا پہ کھڑا ہے ڈٹکے — ٹٹیان بنگئی ہین سب روشین جھپٹ جھٹکے

جمگھٹے آڑ مین جنکی ہین گل اندامون کے

مہ جبینون کے حسینون کے دل آرامونکے

دیکھکر جلوۂ آرائش کاشانۂ گل — بلبلین ہوگئین سو جان سے دیوانۂ گل

جنبش شاخ سے وہ لغزش مستانۂ گل — مے شبنم سے چھلکتا ہوا پیمانۂ گل

کوئی ساقی ہے نظر گو وہ نہین آتا ہے

جام پر جام جو گلبن کو دیے جاتا ہے

بزم مرغان چمن اول شب سے شاخین — وجد مین جھومتی ہین جوش طرب سے شاخین

جھکی پڑتی ہین نزاکت کے سبب سے شاخین — یا زمین بوس ہین یہ فرط ادب سے شاخین

جسقدر ٹہنیون مین تر ہی سبزی دیکھو

اُس سے بڑھکر کہین گلریز ہی سبزی دیکھو

دیکھیے فلسفیانہ۔ تو نباتات کا جوش — پیکر روح نباتی مین ہی ذرات کا جوش

ہر طرف جوش بہار اور یہ برسات کا جوش
اُف کسی حُسنِ خود آرا کے خیالات کا جوش

یہ سلیقہ کہین نیچر کو تھا گلکاری مین
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

تھے نہان خاک کے پردہ مین جو ابتک اسرار
سب نمودار ہوئے بنکے وہی نقش و نگار
جسطرف آنکھ اوٹھاؤ نظر آتی ہی بہار
چشمۂ آب روان عکس فروش گلزار

آبشارون نے بلندی پہ جڑے آئینے
قدِ آدم سے بھی کچھ اور بڑے آئینے

باغ کے بیچ مین پُر لطف عجب نظارے
نور کا حوض چمن نور کے سب فوارے
قطرہ پانی کے ۔ چمکتے ہوئے یا سیارے
یہی ہوتا ہے گمان ڈوب رہے ہین تارے

پانی لیتے ہین خزانون سے بھر دیتے ہین
جوش ہمت کی نگاہون کو خبر دیتے ہین

جوش بارش مین وہ پُر لطف سمان دریا کا
شور کرتا ہوا وہ آب روان دریا کا

اس سے پہلے تھا یہ اندازہ کہان دریا کا — موجہ اُٹھ اُٹھ کے بتاتے ہین نشان دریا کا

ساقیا کام تو رندون کا کسی طور سے چلے
لب دریا ہی سر سبزہ کہین دور چلے

ابکی بارش مین ذرا سیر کر رہیتی ہو تو جاؤ — پہلے خشکی تھی جہان اب ہین چلتی ہی ناؤ
سینہ تانے ہوئے مستانہ وہ دریا کا چڑھاؤ — دور تک پاٹ کا وہ پھیر وہ چکر وہ گھماؤ

لیگئی جب لب دریا شب مہتاب مجھے
دور سے آنکھین دکھانے لگے گرداب مجھے

قابل سیر ہے اسوقت فضائے صحرا — دھیمی دھیمی وہ فرح بخش ہوائے صحرا
فرش اک سبزۂ خودرو کا بچھائے صحرا — منتظر ہے کہ کوئی ڈھونڈھتا آئے صحرا

ساقیا چلکے وہین دور ہو مے نوشی کا
جسکے سناٹے مین اک لطف ہی خاموشی کا

منظر کوہ بھی دلکش ہے وہین چل ساقی — ہر طرف سبزہ ہے یا فرش ہی مخمل ساقی

جسپہ اُٹھتے نظر آتے ہین یہ دل ساقی کیون وہین لے نہ گیا تو مجھے او دل ساقی

سیر تھی اتنی بلندی پہ جو چلتا ساغر

کہ جہان بیٹھکے جاتی ہے بڑی دور نظر

زعفران کی مگر اس کوہ کے دامن مین ہے کشت آتی ہے جس علی اصل علی بوے بہشت

ہے درختون کی اونچائی کوئی دو دو بالشت جاے تفریح نہ لے یا دہ کش پاک سرشت

پھر دہین کیون نہ چلین لطف ہے جنت کا جہان

دیکھ ساقی وہ ہے اک چشمہ کوثر بھی روان

نہین ساقی کسی خلوتکدہ ناز مین چل آسمان عیش مین ڈالے نہ جہان کوئی خلل

ہاتھ مین جام صراحی لیے اک زیر بغل دے مجھے تو وہی دل سے جو ہے ہوا ودل

جام پر جام پیون بیٹھکے تنہائی مین

مے بہ آرام پیون بیٹھکے تنہائی مین

صفی اللہ رے مرا جوش تو لائے شراب بہکی بہکی ہوئی باتین بتقاضاے شراب

سامنے میکدہ اور لب پہ مرہائے شراب
ہر طرف دوڑتا پھرنا بہ تمنائے شراب

کبھی گلشن کبھی صحرا کبھی دریا پہونچا
دیکھنا ڈہن مین کہان سے مین کہان جا پہونچا

آج پر نور شرابون کی نمائش ہی یہان
دلکے شفاف قرابون کی نمائش ہی یہان

مے کوثر کے حبابون کی نمائش ہی یہان
حسن معنی کے حجابون کی نمائش ہی یہان

پاس سے دور سے ساغر کے نظارے ہونگے
گوشۂ چشم سے ساقی پر اشارے ہونگے

غور سے دیکھین جب ارباب نظر شیشہ مین
حب قومی کی مے تند ہو ہر شیشہ مین

ہو یہ پیوست محبت کا اثر شیشہ مین
نہو محسوس پڑے بال بھی گر شیشہ مین

ساقیا دیکھ جدا دل سے نہون دل مل کے
رہین اس بزم خرابات مین ہم ہل مل کے

قوم وہ قوم ہی کیا جس مین کہ ایکا نہوا
قطرہ جب تک ملا قطرو نمین دریا نہوا

قومیت کا جب اثر خون مین پیدا نہوا دل کے ہونے سے نتیجہ وہ ہوا یا نہ ہوا

شوکتِ قوم ہے افراد کی یک رنگی مین

لطف ہے ساز کا پردونکی ہم آہنگی مین

قوم کی قوم ہم آواز مقالات مین ہو جن تعلیم کی تہذیب خیالات مین ہو

عملاً سعی مواساۃ و موالات مین ہو کوششِ متفقہ کسبِ کمالات مین ہو

بہرہ ور علم و عمل سے ہون تمامی افراد

متعدد ہون ہر اک دور مین نامی افراد

کیجئے تو کبھی ہند شمارِ افراد کم ہے کیا پارسیونسے بھی ہماری تعداد

ہند مین آپ بھی ہین ہند مین وہ بھی آباد اتنے خوشحال وہ پھر کیون ہین سبب ہو ارشاد

پہلے بھی کیا یہی حالت تھی جواب ہے انکی

نہین تعلیم ترقی کا سبب ہے اُن کی

عرصۂ ہند مین اک دوڑ ہے بین الاقوام بڑھنے پیچھے ہین ہمین علم و عمل سے ناکام

ہی غفلت کو تو دیتے نہین کوئی الزام
ہے زبانون پہ مگر شکوۂ دورِ ایام

ذہنِ سعی کو لازم ہے کہ ہمیشہ کرین
ہاتھ آئے ابھی یا لا جو قدم تیز کرین

دے مری قوم خدا کیلیے اب کھول آنکھین
کام کس وقت پھر آئینگی یہ انمول آنکھین

نوعِ انسان مین ہین کھوئے ہوئے بےغول آنکھین
تو بھی اُٹھ علم کے بازار سے لے مول آنکھین

قوم چونکے کہ نہ چونکے کچھ اثر ہو کہ نہ ہو
ہم کیے جائین گے فریاد خبر ہو کہ نہ ہو

تو نے امروہہ بڑا نام کیا کیا کہنا
روز جلسہ سحر و شام کیا کیا کہنا

حسنِ اخلاق کو یون عام کیا کیا کہنا
قوم ممنون ہے وہ کام کیا کیا کہنا

دل نہین ہم تری جانب سے ہٹانیوالے
دار الایمان کے او ہاتھ بٹانیوالے

سال آئندہ کہین اور یہ میلا ہوگا
گر آئی نہین اب تک مرے کانون مین صدا

قوم اے قوم خدا کے لئے جلدی سے بتا　　کیون تامل ہے خموشی کا سبب آخر کیا

کام رندان قدح کش کا بہر طور سے چلے

ہند کے اور کسی گوشہ مین اب دور چلے

آ ذرا جوش مین اے ہمت مردانۂ قوم　　دیکھ لبریز ہے لبریز ہے پیمانۂ قوم

جا بجا کھولدے اس ہند مین خمخانۂ قوم　　کیون صفی چھیڑ دیا پھر وہی افسانۂ قوم

قوم غافل نہین بیدار ہے ماشاء اللہ

کہنے سے فائدہ جب خود ہی عواقب پہ نگاہ

خاک امروہہ مبارک ہو تجھے جوش صفا　　تیرا انجم کدہ ہے مولد انجم العلما

یہ تیرے جذب محبت کا اثر تھا بخدا　　تین دن جلسے ہوا یون جو غدیری میلا

خوب جلسے رہے میخوارون کے دل شاد رہے

رند اب جاتے ہین یہ میکدہ آباد رہے

لخت جگر

ضمیمہ (نمبر ۲)

یہ نظم امروہہ کے اجلاس سنہ ۱۹ء مین پڑھی گئی اور اسکے پانچوین بند مین شیعہ کالج کھولنے کی تحریک کی گئی ہے

تجھکو امروہہ مبارک ہو یہ جشن بے نظیر لکھنؤ کی گود کا پالا وہی طفل صغیر
ابتدا سے قوم ہے جسکی محبت مین اسیر آج ہے تیرے کنار عاطفت مین گوشہ گیر

چاند سے رخ پر مگر گرد سفر چھائی ہوئی
اور طبیعت کچھ وطن چھٹنے سے گھبرائی ہوئی

آفرین - امروہہ تجھسے یہ جو آشنا ہل گیا ایک ہی دو روز رہکر کسطرح ہل مل گیا
ہم گدا آیا جب کسینے غنچہ لب کھل گیا پاس جب اسکے گیا کوئی لئے اک دل گیا

واہ کیا کہنا ہے امروہہ ترے اشفاق کا

دل مجسم خیر ہے پُتلا ہے تو اخلاق کا

آج ہی چشم و چراغ لکھنؤ مہمان ترا — ساقی گلگون ایاغ لکھنؤ مہمان ترا
جان فزا عطرِ دماغ لکھنؤ مہمان ترا — تازہ سروِ خانہ باغ لکھنؤ مہمان ترا

ساتھ بہتر کون ہو سکتا ہے تیرے ساتھ سے
ڈال یہ چوتھی گرہ اپنے مبارک ہاتھ سے

میزبانِ قوم ہی خود جب ترا مہمان ہے — لکھنؤ کیا بلکہ ساری قوم پر احسان ہے
تیری عالی ہمتی کی بس یہی پہچان ہے — دید کے قابل ترا ہر ساز ہر سامان ہے

تجھکو امرہ ہو مبارک میزبانی قوم کی
سرپرستی قوم کی راحت رسانی قوم کی

سال آئندہ الٰہی اسکی بسم اللہ ہو — سوئے مکتب جارہا ہو قوم بھر ہمراہ ہو
تربیت تعلیم اس بچہ کی خاطر خواہ ہو — اک نمائش گاہ عالم اسکی بازی گاہ ہو

شیعہ کالج ایک کھولا جائے انکے نام سے

اسکے ہمقوم اور یہ دونو پڑے ہین آرام سے

قوم مین ہے دیکھو امر دہ کمی تعلیم کی
ہے ضرورت بالعموم افہام کی تفہیم کی

فکر مکتب کیا ہی گویا فکر ہفت اقلیم کی
اور طلسمی لوح اک تختی الف بے جیم کی

اس لیے اب کچھ نہ کچھ تجویز ہونا چاہیے

کالج - اسکول - اپنی کوئی چیز ہونا چاہیے

ایک قومی چاہیے ہر قوم کو تعلیم گاہ
ہے یہی شایستہ قومونکی روش بے اشتباہ

کیون نہین کرتے ہم آخر اپنی حالت پر نگاہ
کون سی شے ہی ترقی مین ہماری سد راہ

مدرسہ کے نام سے کیون اتنا گھبراتے ہین ہم

کسلیے ہر قوم سے پیچھے رہے جاتے ہین ہم

شرم! شرم!! ای قوم کچھ انجام بینی چاہیے
تربیت آیندہ نسلونکی یقینی چاہیے

فکر دنیا چاہیے کچھ فکر دینی چاہیے
یہ نہین تجھ مین - تو پھر عزلت گزینی چاہیے

چاہیے ہر وقت اپنی بیش بینی سے غرض

کام پر غیرون کے ہمکو نکتہ چینی سے غرض

قوم اس کمزوری ہمت پہ تو ہی کیون مُصر　　خود سنبھلنا چاہیے ہر قوم کو سب ہین مقر
دست گیرون کا سہارا ڈھونڈھنا یہ ہے مُضر　　دوسرے ہاتھون کی جب ہی دیکھنے والی ہو نظر

بے نیازی اسقدر کب درخور احوال ہے
اپنا ذاتی گھر بنا کوئی - اگر کچھ مال ہے

اس سے یہ مطلب نہین درخواست بٹوارہ کی دے　　بھائیون سے یا نہ مل یا اُنسے اپنا حق نہ لے
جس جگہ پر جسطرح شرکت ہو قایم رکھ اُسے　　احتیاطاً ہان ٹھکانا ایک ذاتی بھی رہے

ایک کالج اور کھولے گی جو شیعہ پارٹی
ہند مین اُس سے دوبالا ہوگی شان اسلام کی

قوم کے لیڈر جو ہون اُنھین گدائی کیلیے　　بھیک مانگین قوم سے اُسکی بھلائی کیلیے
جائین قریہ قریہ قسمت آزمائی کیلیے　　تھیلیان کُھل جائین چندہ کی ادائی کیلیے

خندہ زن لب ہون جب اپنے گھر پھرین قومی فقیر

موتیون سے جھولیان بھر کر بھرین قومی فقر

دانہ دانہ کوئی کوئی لیکے اک خرمن چلے
کالج اور دارالاقامہ کی عمارت بنچلے
منتظم اُنکے ہون جو جو قوم مین ہین منچلے
گتھیان ساری سلجھکر کام بے الجھن چلے

وہ بنے پیمانہ اعلےٰ پہ اک دارالعلوم
چارسو جسکی سواد ہند مین ہو جاے دھوم

ہاتھ مین جب تک قدم اس کام کے قابل نہو
کالج اپنا کھولنے پر قوم تو مائل نہو
فکر سے تعلیم کی لیکن کبھی غافل نہو
اپنے سرمایہ کی قلت سے شکستہ دل نہو

دے وظائف جابجا اُسوقت تک طلاب کو
جن سے پہنچے قوم رکھو ملحوظ اُن آداب کو

لکھنؤ کی سرزمین پر جلد رب ذوالمنن
شیعہ کالج کی بنا ڈالین عزیزان وطن
پڑھتے ہون اطفال شیعہ انجمن در انجمن
دیکھ لین ہم بھی صفی آنکھون سے رنگین چمن

قوم کو کچھ فکر ہو اپنے فروغ نام کی

آرزو نکلے الٰہی اس دل ناکام کی

ہمکو امروہہ جو کہنا تھا وہ تجھسے کہہ چکے
یہ سفارش تھی اسی ننھے مسافر کے لیے

منزلوں آیا ہے جو اپنے وطن کو چھوڑ کے
اسکی غربت کا خیال ای قوم لازم ہے تجھے

کچھ گرانمایہ تحائف وقت رخصت کیلیے
چاہیے اس یادگار ملک و ملت کیلیے

چٹکلہ

یہ نظم سنہ ۱۹ء کے جلسہ شیعہ کانفرنس منعقدہ بمقام امروہہ مین پڑھی گئی

معنی کانفرنس ایک نے مجھسے پوچھے
مین نے کی عرض مرے ذہن نشین کچھ بھی نہین

لوگ کہتے ہین صفی ہون یہی معنی شاید
ہمین سب کچھ ہین کبھی اور ہمین کچھ بھی نہین

پاس ہونا متعدد رزولیوشن ہر سال
عملی طور پہ دیکھو تو کہین کچھ بھی نہین

مہربان کانفرنس آپ جسے سمجھے ہین
جوش دیتی ہے وہ شیعون کا نہین کچھ بھی نہین

آزاد کی صدا

نظم صفی نہین یہ آزاد کی صدا ہے
سن آکے سننے والے یا باترا بھلا ہے

دل پر اثر کرے گا نالہ اگر رسا ہے

اے قوم یہ نہین ہے مضمون شاعرانہ
اے قوم یہ نہین ہے اک منگھڑت فسانہ

جانکاہ واقعہ ہے غمناک ماجرا ہے

ہڈ ماسٹر ہین شیعہ اک لکھنؤ کے اندر
اُنکو یہ لکھ رہا ہے عیسائی ایک ٹیچر

شیعہ ہے ایک لڑکا جو بھیک مانگتا ہے

وہ ہونہار لڑکا ہے تربیت کے قابل
مجبور ہون کرون کیا دُکھتا ہے گو مرا دل

اسکول یہ مشن ہے وہ غیر قوم کا ہے

کیا اپنے مدرسہ مین آپ سکولے سکینگے؟ تعلیم و تربیت مین امداد دے سکینگے؟

تو ہی بتا دے اے قوم اسکا جواب کیا ہے؟

لکھتا ہے پھر یہ خط مین وہ قوم کا معاون یعنے اسیطرحکا لڑکا کوئی گر ہو شیحن

گر آپ بھیجدین تو احسان آپ کا ہو

کیون ناز پروران آغوشِ حبِ قومی آئیگا تمکو آخر کب جوشِ حبِ قومی

اُف! قوم کا تمھاری کیا حال ہو رہا ہے!!

سب ہونہار پودے پامال ہو رہے ہین لہو و لعب مین ساری عمر اپنی کھو رہے ہین

یہ بھی نہین خبر کچھ تعلیم کیا بلا ہے

دیکھو تمام قومین کسطرح بڑھ رہی ہین علمی بلندیون پر بے لاگ چڑھ رہی ہین

قوم ایک یہ جو گویا بالکل شکستہ پا ہے

دلمین نہ حبِ قومی اسکے نہ جوش دینی کوتاہی نظر سے محروم دور بینی

کورانہ چل رہی ہے اور ہاتھ بے عصا ہے

رکھتی ہین اور قومین کیسے معابد اپنے ہمنے بھی جاکے دیکھے اکثر مساجد اپنے

بدہئی ہے جنمین ثابت کوئی نہ بوریا ہے

ہمنے تمام دولت اپنی تباہ کردی فرد عمل ذدرویہ بالکل سیاہ کردی

قطعاً ہمین روا ہے شرعاً جو ناروا ہے

بیہودہ مشغلون سے فرصت نہین ہے دم بھر رندانہ ولولون سے فرصت نہین ہے دم بھر

دل ہرزہ کاریون مین ہر وقت مبتلا ہے

اسلاف کی کمائی اخلاف نے اڑائی نیت مین ناصفائی زہد اپنا سب ریائی

دل مین صنم صنم ہے لب پر خدا خدا ہے

یہ گھر نہین تمھارا جس گھر مین تم کھڑے ہو دنیا کے رہنے والو کس بھول مین پڑے ہو

دنیائے چند روزہ اک عاریت سرا ہے

اے دوستو یہ ڈر ہے سختی کہین جھیلو جانا ہے دور تمکو زاد سفر تو لیلو

پچھتاؤگے نہین پھر مخدوش راستا ہے

دنیا کے دائرہ کو دیجئی چاہے وسعت　　لیکن رہے نظر مین وہ مرکز شریعت
اسلام جو تمھارا امتکو بتا رہا ہے

اس نقطۂ نظر سے دیکھین تو بالضرورت　　درکار قوم کو ہے ایسی بھی اک جماعت
روحانیت کا جسمین عنصر بڑھا ہوا ہو

ترویج دین وملت یہ مشغلہ ہے اسکا　　ناطق امور دین مین ہر فیصلہ ہو اسکا
پیرو ہے قوم اُسکی وہ فرقہ پیشوا ہو

شایستہ قوم ہر اک پابند ہے اسکی　　اور ہمکو تو ضرورت وہ چند ہو اسکی
روحانیت کا حصہ جب نسبتاً سوا ہو

اے قوم شیعہ حاصل کر دنیوی وجاہت　　لیکن یہ پاک مذہب ہونے نپائے رخصت
جسکے اصول دین کی خود عقل پر بنا ہو

مظلوم وہ مسیحا دین محمدی کا　　دکھلا گیا ہے تمکو کیا چیز ہے یہ دنیا
دعوے پہ میرے شاہد تاریخ کربلا ہو

مانا یہ نہیں تجھکو تم متمدن نما ہو   جو کچھ مین کہہ رہا ہون اُسکو سند نما ہو

اک جرمنی محقق کیا دیکھو لکھ رہا ہے

افسوس غیر قومین سیکھین زبان عربی   تمکو نہ شرم آئے اپنے حسب نسب کی

اسلامیو! بتاؤ اسلام ہے یہ کیا ہے؟

اے پاک اے مقدس زر جو مذکر دو تم   منجدھار مین ہے کشتی سرگشتہ طلاطم

چکرا رہی ہے وہ بھی جو عقل رہنما ہے

ہے مذہبی زبان کی تحصیل ہمکو لازم   علم ادب کی اسکے تکمیل ہمکو لازم

اخلاق کا خزانہ جسمین بھرا پڑا ہے

اس ہند مین جو فرقہ مچھ مچا رہے ہین   اخلاق کی کمی سے بے راہ جا رہے ہین

تعلیم علم دینی اک جادۂ وفا ہے

آزادگی سے جسمین خوف خدا نہ ہوگا   وہ دل کبھی مطیع فرمان روا نہ ہوگا

پابندی شریعت ہر درد کی دوا ہے

ہو قوم کو الٰہی توفیق نیک حاصل — اپنے علوم سے بھی جاہل رہے نہ جاہل

آمین ثم آمین اپنی یہی دعا ہے

بس بس صفی کہانتک یہ وعظ یہ نصیحت — جب قوم ہے ہماری اک قوم باحمیت

پیشِ نظر سب اُسکے اپنا بھلا بُرا ہے۔

وظائف

(امروہہ کے اجلاس چہارم مین نظم پڑھی گئی)

غدیر خم کے متوالون کی امروہہ مین محفل ہے — صفی آرائش طاق حرم ہی شیشۂ دل ہے

کوئی کرسی نشین ہے آج ایوان صدارت مین — ستارہ وہ نہین وہ دیکھو جلوہ گر اک ماہ کامل ہے

نواسنجان ملت کی سخن پر جوش تقریرین — برنگ شاخ گل اسٹیج پر شور عنادل ہے

رفاہ قوم ہی کی ہر طرف ہوتی ہین تجویزین — مگر ہم نے جو پوچھا یون رفاہ قوم مشکل ہے

بھلا وہ قوم بیچاری ترقی کیا کرے حسین — معیشت کی تو قلت کثرت افراد جاہل ہے
ترقی کے لیے تعلیم کو سمجھو مقدم تم — یہ زینہ پہلا زینہ ہے یہ منزل پہلی منزل ہے
مگر تعلیم کو اطفال کی ہے صرف زر لازم — جو مفلس ہین وہ آخر کیا کرین جب زر نہین دل ہے
لہذا کھول دیجے مستقل اک فنڈ اور اس سے — وظیفہ دیجیے علمی ترقی جسکا حاصل ہے
نصاب درس دینیات مشروط وظائف ہو — کہ واجب اولاً تعلیم اخلاقی مسائل ہے
پھر اسکے بعد تعلیم ضروریات دنیاوی — کہ یہ اس قلزم ہستی کا اک پرشور ساحل ہے
مناسب ہو طبیعت جسکی جس شے سے وہی سیکھے — کہ وہ فن جلد آئیگا طبیعت جسپہ مائل ہے
وظائف دیجیے طلاب کو ایسے جو کافی ہون — اعانت کیجیے اسکی اعانت کے جو قابل ہے
وظائف کیلیے مخصوص ہو کیون مدرسہ کوئی — وہین دیجیے وہ جس اسکول جس کالج مین داخل ہے
سمجھتے ہین ضرورت آپ اگر دار الاقامہ کی — حسین آباد سے لے لیجیے یہ کون مشکل ہے
نگہبان چاہیے وہ دل تیرا شیعہ یتیمو نیز — مہذب قوم پہلو مین ترے دے حس اگر دل ہے
بنا دار الیتیمی سب سے پہلے اس دار الاقامہ سے — سمجھ سکتا ہے ہر ذی فہم جو کچھ اسکا حاصل ہے

بہر کیف اب بھی جو کچھ کٹی ہو منظور جلدی کر　　عمل سے اپنے ثابت کر اگر اخلاص کامل ہے

یادگار ایڈورڈ ہفتم

(سنہ ۱۹۱۰ء کے اجلاس شیعہ کانفرنس منعقدہ بمقام امروہہ کے موقع پر سید یعقوب الحسن صاحب و دیگر احباب کی فرمایش سے یہ بالبدیہ نظم انجمن انسداد فتنہ و شر قائم کرنیکی مجوزہ تحریک کی تائید مین تحریر کی گئی تھی جو پہلی مرتبہ طبع کرائی جاتی ہے)

بادشہ جو عہد دولت مین رہا ہو صلح جو　　یادگار اسکی کوئی بہتر سے بہتر چاہیے
شک نہین ایڈورڈ ہفتم مین یہ اعلیٰ وصف تھا　　جسکے ادنیٰ ذکر کو دفتر کا دفتر چاہیے
روح قیصر جس سے خوش ہو یادگار ایسی تو ہو　　کیا وہ ہو سکتی ہے؟ غور اس مسئلہ پر چاہیے
وہ یہی ـ بس ملک مین قائم رہے امن و امان　　کچھ تو آخر ہمکو شرم سعی قیصر چاہیے
اسلیے ایک انجمن درکار ہے ہمکو جسے　　اہتمام انسداد فتنہ و شر چاہیے

شورش و سازش بغاوت سے رہے محفوظ ملک
مستعد اس کام پر ہر ایک ممبر چاہیے

وہ جو تدبیریں مناسب ہوں عمل مین لائی جائین
جا بجا حسنِ وفاداری پہ لشکر چاہیے

کیا رعیت کے فرائض ہین کیے جائین بیان
یہ کہ تاج و تخت سے برتاؤ کیونکر چاہیے

ہاں وہ خذ ما صفا دع ما کدر ہے راہ بر
ہمکو اپنی محفلون مین دورِ ساغر چاہیے

پھینک دین چن چن کے وہ کانٹے جو سدِّ راہ ہون
صرف گلزارِ تمدن مین گلِ تر چاہیے

لختِ جگر

نمبر ۲

یہ نظم بنارس کے اجلاس انجمن شیعہ کانفرنس کے موقع پر سنہ ۱۹۰۶ء مین پڑھی گئی تھی اسمین بنارس کے شہر و دریائے گنگا کا منظر اور صبح بنارس کا سمان دلچسپ عنوان سے دکھایا گیا ہے اور اس کے ضمن مین ہند مین شیعہ کالج کھولنے کی تحریک کیگئی ہے

اے بنارس ہمسواد سرمۂ چشم بتان
دیکھ تیرا بتکدہ ہے کعبۂ ہندوستان

خانۂ باغ دار الایمان کا وہی سرو رواں — جا کے امرد میں جو پہنچے نظر آگیا تھا ناگہاں

آج تیری گود میں بیٹھا ہے لیکن مضمحل

پوچھ تو کیسا ہے اس معصوم کا ننھا سا دل

یہ دماغ و دل کی کمزوری یہ اسکا بچپنا — پھر بھی تیمار داروں کی عقب کا سامنا

پھر بھی اس امید پر لائے ہیں جو پائے شفا — راس آجائے اسے شاید بنارس کی ہوا

جلوۂ صبح بنارس ہے اگر مشہور ہو

جب میں جانوں دل مرے بیمار کا مسرور ہو

ہے لب دریائے گنگ ابکی بہار آئی ہوئی — کوثر آشاموں کی ہر سو چھاؤنی چھائی ہوئی

ہر طبیعت حسن کے منظر پہ لہرائی ہوئی — لب پر اک موج تبسم آنکھ شرمائی ہوئی

ڈوبکر کیونکر نکلتے ہیں ستارے دیکھ لو

یہ تماشا آؤ گنگا کے کنارے دیکھ لو

روئے گنگا پر جسر کا شتی خوشنما تعمیر ہے — خط توشنی میں سر جبہ دل یہی تحریر ہے

پُل ہلالِ عید گنگا صاف جوے شیر ہے   یا بتون کے ابروے پیوستہ کی تصویر ہے

آسمان تھا فتنہ بازی مین جو مشہورِ جہان

سرزمینِ حسن نے کھینچی ہے غمزہ کی کمان

ہے حصارِ عافیت کی پشتبان اس پُل کی نیو   سینہ تانے یا ہے مستِ خوابِ راحت کوئی دیو

بیکر کاشی پہ ہے کیا خوشنما آڑا جینو   ہے کہین ہر ہر لبِ ساحل کہین پر شیو شیو

سنیاسی سانڈہ رانڈین گھاٹ پر کی ٹہیریان

آفت جان دشمن دین ہین یہی سب الامان

ہے ہلالی خط مین آبادی بنارس کی تمام   گھاٹ مندر سب لبِ دریا بحسنِ انتظام

ناؤ پر چڑھکر اُنھین دیکھو جو نامی ہین مقام   ماہرویونکا ملیگا ہر جگہ پر ازدحام

صدقہ اتنی گلزمین پر سو گلستانکی بہار

آگ پانی مین لگائی ہے چراغان کی بہار

چشم بد دور اُف بنارس کیا ہی بانکا شہر ہے   ہر ادا مہوش حسینونکی یہان کے قہر ہے

غیرت کشمیر ہے یہ انتخاب دہر ہے — ہر گلی کوچہ مین جاری حسن کی اک نہر ہے

صاف ہین شفاف ہین کتنے یہانکے بتکدے

رہتے ہین ہردم دلہن کیطرح پھولونمین لدے

وہ ڈھوندلکا صبح کا وہ دور تک گنگا کا پاٹ — وہ کگارونسے نمایان جا بجا پانی کی کاٹ

وہ پریزادونکے جمگھٹ سے پرستان راج گھاٹ — دل بہل جائے جو انسانکی طبیعت ہو اُچاٹ

اُترین پانی مین گجردم رونکا معمول ہے

ہر حسین نازک بدن گویا کنول کا پھول ہے

دیکھ لو آبِ روان مین حسنِ دلکش کی بہار — صاف سینون سے جوانی کی اُمنگین آشکار

جال پھیلائے ہوئے پانی پہ زلفِ تابدار — بال کا باندھا چلا آتا ہے جسمین خود شکار

جھونکے اٹھی جہان گھنگھور متوالی گھٹا

دیکھنا برسائیگی موتی یہی کالی گھٹا

حسن کا شیوہ اسی پردہ مین ٹھنڈی گرمیان — کوندتی ہین ابر کے اندر ہی اندر بجلیان

خونفشان موج ہے لیکن ہنگیا بادل جہان | خود کھنچگی طاقت نظارہ دیکر امتحان

جامہ زیبی سے دوبالا شان محبوبی ہوئی

ساریان قوس قزح کی رنگ مین ڈوبی ہوئی

زعفرانی ہے کسی ملتھے پہ ٹیکا صندلی | دلسے تانک تیر لیے ہاتھونمین اک گنگا جلی

لب پہ یون موج تبسم جیسے کھلتی ہو کلی | دل جہان پھسلا لب توبہ سے نکلا یا علی

جب لڑین باہم نگاہین کافر و دیندار کی

کان مین آئی صدا ناقوس استغفار کی

شہ غدیر خم کے متوالون کا گنگا پر جماؤ | محتسب کا ذر جنبر کچھ نہ قاضی کا دباؤ

دشمن دین کو شریعت کا ڈو نہر گنگا مین گراؤ | تشنہ کب آئے نہ ہوش اتنی پیو اتنی پلاؤ

جھوم کے نکلو بنارس مین جدھر بھی سیر کو

چھیڑ کر کلمہ پڑھاؤ ان بتان دیر کو

آج ہے گنگا کنارے ساقیا دور شراب | کثرت آرایہ ہے پیر مغان کا انتخاب

آئے ہیں پرجوش تقریروں کی گھر گھر کر سحاب　　دامنِ حضار پر برسائینگے دُرِ خوش آب

لطف جب ہے یوں نصاب میکشی ترمیم ہو

گردشِ پیمانہ تخصیص میں تعمیم ہو

میرے ساقی تیری ہے اور تیرے میخانہ کی ہے　　یہ طربخانہ ترا کاشی نہیں کاشان ہے

جذبِ قومی جوش میں آئے بلا تمہید ہی ڈٹے　　آبلے ہیں ہم بادہ کش کتنی مسافت کر کے آئے

گھاٹ ہی پر خوب پیکے رات پڑ کر سوئینگے

رختِ گرد آلود گنگا میں سویرے دھوئینگے

میکشوں کے ناخدا او ساقی میر آشنا　　پار کر بیڑا ہمارا کھیکے یا مشکل کشا

جسکی بسم اللہ ابکی سال ہی نام خدا　　کشتی مے پر ہوا کھانے وہ بچہ جائیگا

قوم نے اللہ آمین کرکے پالا ہے جسے

دم دعائیں کی ہیں جب باہر نکالا ہے اسے

رفتہ رفتہ بدر جبتک ہو نجائے یہ ہلال　　فرض انکے سر پہ ہے نیر ہی اسکی دیکھ بھال

ضد ہو بیجا بھی تو رکھنا چاہیے اتنا خیال
کچھ خطا اسکی نہین - ہے اقتضائے سن و سال

آشتی کے ساتھ سمجھانا بجھانا چاہیے
ناز بھی اسکے بہرصورت اٹھانا چاہیے

چاہنے والون مین اسکے سوءِ ظن با ہم گر
دے رہا ہے صاف طغیانِ محبت کی خبر

چاہیے ہمکو نہ لین اس بات کا کوئی اثر
یکدلی سے کوششین کرتے رہین شام و سحر

منحصر ہے پانچ باتون پر ترقی قوم کی
راستبازی ہمت استقلال محنت یکدلی

آپ سمجھین اسکو ہمدردی یہ ہمدردی نہین
جوش و نیتی تو بہت کچھ ہے مگر کہین کچھ بھی نہین

قوم مین جو قدر کے قابل ہین قدر انکی نہین
باہمی نااتفاقی دیکھیے اچھی نہین

بند بند اسکے جو پہونچا کچھ خلل کھل جائینگے
ٹوٹ جائیگی جب اس رسی کے بل کھل جائینگے

کہہ رہا ہے سال پیوستہ عبد خیر نواہ
کھولیے پیمانہ اعلیٰ پر اک تعلیم گاہ

اسمین اب پہلو تہی ہی سخت اخلاقی گناہ   قلت تعلیم سے ہے قوم کی حالت تباہ

کہولیے اب لکہنؤ مین شیعہ کالج کہولیے

گوہر مقصود جتنے رولتا ہون رولیے

ساقیا ہان جلسۂ مکتب نشینی آج ہی   دے اک انگوری قلم پیر مغان کا راج ہی

مدرسہ جائیگا وہ جو قوم کا سرتاج ہی   لا انجی کوئی مرصع کار لوح عاج ہی؟

روشنائی سے نہ خالی رکھ قلمدان نور کا

جام جم مین پارہ لے کاجل چراغ طور کا

اہل ہمت آج اس تقریب مین تنہا تو ہین   شیعہ کالج کہولدینا سہل ہو جائے ہمین

تہیلیون مین دیکہکر چندہ ہمارے دل بہرین   یا علی کہتے ہوے علمی بلندی پر چڑہین

خشک وعدہ ہو چکے اب نقد کچہ دلوایئے

ورنہ اس ٹیسو کو گنگا مین سرا کر جایئے

ڈیوٹی کالج ہمارا قفل ابجد قوم کا   کہل نہین چکتا کسی صورت زمانہ ہو گیا

مجمع ارباب حل و عقد سے ملکر ذرا — کھولیے مشکل کشا کے نام پر مشکل ہو گیا

گر نہ ہوں معلوم شاید میں ملت کے رسوم

پوچھ لیجے گر بنارس سے کہ ہے دار العلوم

کیوں بنارس تجھکو جوتش میں مہارت ہو بڑی — ہند میں کوئی نہیں تیرے برابر جوتشی

یہ گرہ سالانہ جسکی تیرے ہاتھوں سے پڑی — زائچہ کیسا ہوا اس بچہ کا بتلا تو سہی

دل میں رکھیں یا نہ رکھیں لکھنے پڑھنے کی امید

ہے کوئی اس طفل کے پروان چڑھنے کی امید

کچھ بتا کیوں ناموافق ہے زمانہ کی ہوا — مضمحل یوں گئیو ہوتے جاتے ہیں قویٰ

روگ ہے آسیب ہے یہ کیا بلا ہے کیا بلا — جھاڑ پھونک آخر اثر اسپر کریگی یا دوا

آج کاشی تیرا ساری قوم پر احسان ہے

یہ جو ننھا سا مسافر تیرے گھر مہمان ہے

جی بچا شاید اگر یہ قوم کا لخت جگر — کچھ پرانی کچھ نئی تعلیم کے زیر اثر

اور بارہ سال تک کرتا رہا یون ہی سفر دیکھیے گا پھر ذرا ہوتا ہے کیسا ماجرا

پھونک دیگا روح تازہ مردہ تن مین قوم کے
پھر بہار آئیگی اس اُجڑے چمن مین قوم کے

قوم یہ تمہید ہے تیرے ہی عزّ و جاہ کی ہو مبارک آج یہ تقریب بسم اللہ کی
ہے یہی تعلیم کنجی دولت دلخواہ کی پیروی کر پیروی مردانِ حق آگاہ کی

ہمّت استقلال ان باتون مین پیدا نام کر
اتفاقِ باہمی کے ساتھ کر جو کام کر

ایک نفسِ مطمئن نے دیکھ تنہا کیا کیا کربلا مین کسطرح اسلام کو زندا کیا
جان دیدی وعدۂ طفلی مگر ایفا کیا جو رہیگا تا قیامت نام وہ پیدا کیا

جان ہم شیعونکی صدقے اُس تنِ مجروح پر
اُس مشک پیرہن پر اُس مقدس روح پر

لے سبق ای قوم اُسی سے صبر و استقلال کا اب چھڑا دامن سے دھبا زشتیِ اعمال کا

مجلس شوریٰ ہے بازیچہ نہیں اطفال کا
جلوہ دکھلا دے پھر اپنے نیر اقبال کا

پھینکدی حُبِ چمن کے راہ سعی سے خار نفاق
اتفاق الاتفاق الاتفاق

جذب اُلفت سے وہ مجموعہ یہاں تیار ہے
جسکا شیرازہ ولائے حیدر کرار ہے

مِلکے کوئی کام کرنا کب انھیں دشوار ہے
جب پکارے یا علی اک پل میں بیڑا پار ہے

کہہ چکے ہمکو جو کرنا تھا زیادہ کیا کہیں
میل ہوا نمیں تو ہر قطرہ کو ہم دریا کہیں

دور پنجم ہے پلادے ساقیا اک جام اور
آخری میری شفارش ہے یہ تیری نام اور

تیرے مستونکو باقی ہے ابھی کچھ کام اور
کام ایسا جو بڑھا دے شوکت اسلام اور

مرقد پر نور شیخ العارفین پر جائینگے
فاتحہ پڑھنے یہ سب قبر حزین پر جائینگے

پھول تربت پر چڑھانا ہو جسے مدنظر
لے صفی سے مول یہ گلدستہ (لخت جگر)

دیکھے گا اِن گلون مین تازگی ہی کسقدر
پھوٹ نکلا دامن اُمید سے رنگِ اثر

اسکی قیمت اک نگاہ التفات قوم ہی

اور وہ بھی وقفِ اسباب حیاتِ قوم ہی

یہ نظم ۱۹۱۱ء کے اجلاس شیعہ کانفرنس منعقدہ بمقام بنارس کے اجلاس اول مین پڑھی گئی اور اکثر پرچون مین شایع ہو چکی ہے

ہر طرف ہوگا یہ طوفان تباہی کہ نہین
ناؤ پہونچیگی کنارہ پر الٰہی کہ نہین

جاگتے جاتے ہین سب اور دل آرام طلب
تو بھی اُٹھیگا بس اب لیکے جماہی کہ نہین

قافلے راہ ترقی مین رواں ہین شب و روز
ہم بھی ہونگے کبھی اس سمت کو راہی کہ نہین

شور ہے قعر مذلت کے گرفتار و نمین
کام آئیگی کچھ اسلام پناہی کہ نہین

ہے ترقی کی ہوا اور ہے زمانہ شاداب
ہم بھی سرسبز کبھی ہونگے الٰہی کہ نہین

دامنِ قوم پہ یون داغ جہالت کبتک
بد نما ہے یہ سفیدی پہ سیاہی کہ نہین

جنگ جو ایسے کہ آپس مین کٹے مرتے ہین — قوم ساونت ہین تیرے یہ سپاہی کہ نہین

قوم با اخلاق دل آزار ترے جزو بدن — ہو گئے صورت خار تن ماہی کہ نہین

کردئیے تھے جو کبھی پیر مغان نے تعلیم — یاد ہین کچھ وہ اوامر وہ نواہی کہ نہین

جب صفی زیر نگین دولت استغنا ہو

بوریا فقر کا ہے مسند شاہی کہ نہین

ذیل کی نظم سلہء کے اجلاس کانفرنس منعقدۂ بنارس مین جناب مہاراجہ صاحب بہادر والی ریاست بنارس کی تشریف آوری و شرکت کانفرنس کے موقع پر فی البدیہ پڑھی گئی۔

سُن کانفرنس ایک تجھے بات بتائین — دے اپنے مہاراجہ بنارس کو دعائین

وہ سرور ذیجاہ تری قوم کا محسن — جب آئے تو لازم ہے سر آنکھون پہ بٹھائین

وہ منعم ذی جود کہ احسان کا جس کے — تفصیل سے کچھ ذکر کرین وقت جو پائین

جان آگئی اس قوم کے افسردہ جسد مین
گویا دمِ عیسیٰ تھین بنارس کی ہوائین

یہ شیعون کا اک لختِ جگر پانچ برس کا
مچلا تھا کہ سرکار مجھے دیکھنے آئین

لختِ جگر

ضمیمہ (نمبر ۴)

یہ نظم ۱۹۱۲ء کے اجلاس ششم شیعہ کانفرنس کے موقع پر پٹنہ عظیم آباد مین پڑھی گئی
اس مین بھی کالج کھولنے کی طرف قوم کو توجہ دلائی گئی ہے

اے عظیم آباد اے سر منزلِ اہلِ شعور
تیرے پھولون کی مہک پھیلی ہوئی ہے دور دور

تیری آبادی مسلسل حلقہاے زلفِ حور
ہے سوادِ شہر مین کیفیتِ دار السرور

کیون نہ تڑپین اہلِ دل سن سنکے افسانہ ترا
ہند مین مشہور ہے علمی کتب خانہ ترا

قوم کے ہمدرد مشہد کے عزادار آئے ہین — نالہ کش زنجیر الفت کے گرفتار آئے ہین
دست بستہ پا شکستہ سست رفتار آئے ہین — زندگی سے یاس ہے جنکو وہ بیمار آئے ہین

کیجیے ملکر دادرد غم جانکاہ کی
اشکباری کر چکے مسجد پہ گوہر شاہ کی

بہہ گئین تبریز و مشہد مین لہو کی ندیان — لیکن اسپر بھی ابھی ہم ہین وہی خواب گران
یہ مظالم روسیون کے آہ یہ مجبوریان — اپنی ہی نااتفاقی کا ثمر ہے بیگمان

زور ہی کیا تھا جفائے باغبان دیکھا کیے
آشیان اجڑا کیا ہم ناتوان دیکھا کیے

ہند مین رہکر جو ایران کو بچا سکتے نہین — سرکشان ملک و ملت کو دبا سکتے نہین
شیوۂ اخلاص و ہمدردی سکھا سکتے نہین — ایک مرکز پر خیال قوم لا سکتے نہین

کچھ نہین للہ ترک خود پسندی کیجیے
ہند ہی کے شیعون کی شیرازہ بندی لیجیے

عقل کی چالونسے بیگانے ہین بیگانے سہی — اپنی ہی شمع مزارِ دلکے پروانے سہی

خیر دل خوش کن ہماری غم کے افسانے سہی — تم سمجھتے ہو کہ دیوانے ہین دیوانے سہی

اپنی دھن مین ہین کسیکے کام سے کیا کام ہے

جب تک ان پیر دنکو چکر ہے ہمین آرام ہے

حسرتین لاکھون لیے اپنے دلِ ناشاد مین — آئے ہین پھرتے ہوے شہر عظیم آباد مین

یاد مین ساقی کے ہم ساقی ہماری یاد مین — اہتمامِ خاص ہے ہر سو مبارکباد مین

اب ہمارے میکدیکا رنگ ہی کچھ اور ہے

جام کوثر کے شرابی ہین چھٹا یہ دور ہے

ہان غدیر خم کے متوالون کی محفل دیکھنا — کھینچ لایا ہے کہانتک جذبۂ دل دیکھنا

شمعِ محفل ہے کوئی فخرِ اماثل دیکھنا — ان ستارونمین ضیاے ماہ کامل دیکھنا

ساقیا اک نور کی محفل ہے میخانہ ترا

ہے چراغِ طور نکا پڑدانہ پروانہ ترا

ساقیا کیون نہ ہوگا وہ طفلِ گلعذار لکھنؤ کی گود کا پالا جو تھا ہونہار

اب یہان آیا ہی ٹلے کرنا ہو اوشتے و دیا ماتمِ مشہد مین گریان صورتِ ابرِ بہار

کانکو نکلے پاؤن سے روتے گئے جو دونہال

یہ انہین کے غم مین ہے اسوقت تک آشفتہ حال

قوم کے دل پر اثر تھا اس غمِ جانکاہ کا اسلیئے قومی کوئی کالج نہ ابتک کھل سکا

ورنہ ہے اسکی ضرورت شیعونکو صدمے ہوا مثلِ دیوانونکے مین برسونسے ہون یہ بک رہا

کوئی سنتا ہی نہین افسوس افسانہ میرا

نذرِ طوفان ہوا ہے شورِ مستانہ میرا

آج جوانمردانِ ملت آہی خواہانِ قوم جانگزا ہے دردِ دلکر کیجیئے درمانِ قوم

چاہتے ہین آپ اگر گھٹنے نپائے شانِ قوم دیجیے تعلیم اسے تعلیم ہی ہے جانِ قوم

جلد سامانِ حیاتِ جاودانی کیجیئے

تازہ درس پھولونکی اپنے باغبانی کیجیئے

آپکے فرقہ مین ہر افراد کا سب کی کمی
پستی اخلاق کے تپنے مین لاکھون آدمی

ہے شعار تمکنت جنکا لباس ماتمی
زلف کے مانند جمعیت مین شان ابتری

پیشے کار آمد جو ہون اونمین انھین الجھائیے
ناخن تدبیر سے سب گتھیان سلجھائیے

متفق ہو کر ہم کیجیے کچھ ایسا انتظام
مستقل ہو جائے قایم جس سے اک قومی نظام

چشمۂ تعلیم سے سیراب ہو ہر تشنہ کام
خوبیان اخلاق کی پیدا ہون تدریجاً تمام

ایک ہی مرکز رہے ہر شخص کے پیش نظر
یعنی اپنے قوت بازو سے کسب مال و زر

ایک کام اپنے لیئے ہر فرد کرلے انتخاب
کوئی حرفت سے تجارت سے کوئی ہو بہرہ یاب

وقت کی قیمت کو پہچانے نگاہ شیخ و شاب
نفس کے ایثار و استیثار کا سمجھے حساب

جب کہین یہ قوم معراج ترقی پائیگی
ورنہ اب یہ نیم جان اک دن فنا ہوجائیگی

اک ذرا اقوام کی تاریخ اوٹھا کر دیکھیے
قوتِ تنقید کی عینک لگا کر دیکھیے

نقش دھندلے ہون تو ہان نظرین جما کر دیکھیے
واقعاتِ حال و ماضی سب ملا کر دیکھیے

آنیوالے واقعی روشن نظر آئین گے خود
دل کے آئینے مین عکس اونکے اوتر آئین گے خود

شیعہ کالج قفلِ ابجد ہے بتا دو یا نہین
کھولتے ہین سب کسی کے نام پر کھلتا نہین

اس تغافل کا نتیجہ دیکھنا اچھا نہین
ہمسے مطلب۔ اہل دولت کو اگر پروا نہین

ہاتھ مین ای قوم لے اس ناتوان بچے کا ہاتھ
ہر جگہ کب تک صفی پھرتا رہیگا ساتھ ساتھ

سلک گہر

[یہ نظم سنہ ۱۹۱۲ء کے اجلاس شیعہ کانفرنس مین بمقام پٹنہ پڑھی گئی]

قوم کچھ تجکو زمانے کی خبر ہے کہ نہین
دل بے حس پہ ترے کوئی اثر ہے کہ نہین

دردمندان محبت کی نہین کچھ پروا
پاس دل ہے کہ نہین تیرے جگر ہے کہ نہین

ہم نے مانا ترا آغاز بہت اچھا تھا
لیکن انجام پہ بھی اپنے نظر ہے کہ نہین

مضمحل قوت احساس ہوئی جاتی ہے
چارہ گر کوئی دوا زود اثر ہے کہ نہین

ساری دنیا کی ترقی کا ہے غیرت پہ مدار
ہم مین قلت ابھی عنصر کی مگر ہے کہ نہین

نیک و بد ہم کو سجھاتا ہے زمانہ لیکن
کچھ نہین سوجھتا یہ ضعف بصر ہے کہ نہین

قوم اے پیکر بے حس ترے پتھر دل مین
قطرۂ خون نہ سہی کوئی شرر ہے کہ نہین

جان کیون لذت فانی پہ دیے دیتے ہو
زہر آلود مصائب یہ شکر ہے کہ نہین

مطمئن آج ہو بیٹھے ہوئے جس دنیا مین
یہ سرا ہے کہ نہین راہ گذر ہے کہ نہین

اس خرابات مین اے مست غرور دولت
ہر جگہ سر بہ فلک فتنہ و شر ہے کہ نہین

شکن زلف گرہ گیر مین اولجھی ہے نگاہ
کسی ٹوٹے ہوے دل کی بھی خبر ہے کہ نہین

نزع کا وقت ہے اسلام ہی دم توڑ رہا
صف ماتم پہ کوئی خاک بسر ہے کہ نہین

بارھوین چاند امامت کے نکل آ جلدی
دوش پر حفظ الٰہی کی سپر ہے کہ نہین

جسکا ہر قطرہ ترے عشق کا دم بھرتا تھا
خاک تبریز ابھی خون سے تر ہے کہ نہین

علما دار پہ کھینچے گئے عاشور کے روز
تلخ اس نخل مظالم کا ثمر ہے کہ نہین

ہل چل اسلام کی دنیا کے ہر اک گوشہ مین
ہر دل خیر طلب زیر و زبر ہے کہ نہین

بار آگیا شب یلدا کے سیہ خانے مین
حاجت جلوہ انوار قمر ہے کہ نہین

کاش اوٹھے پردہ غیبت کے ہون آنکھین روشن
شب فرقت کی خدا جانے سحر ہے کہ نہین

موعظہ رنگ تغزل مین ہے دلکش ایجاد
دیکھو نظم صفی سلک گہر ہے کہ نہین

دُرِ یتیم

[یہ نظم سنہ ۱۲ع کے اجلاس پٹنہ مین پڑھی گئی]

فسانۂ جگر و قلبِ خون چکان سُن لو
جو سُن سکو تو ہماری بھی داستان سُن لو
اثر مین درد مین ڈوبی ہوئی فغان سُن لو
زبان سے قوم کے بچون پہ نوحہ خوان سُن لو

رہین یتیم کہان کو یتیم خانے ہین
یہ کس کے بکھرے ہوے موتیون کے دانے ہین

چُنو چُنو انھین دامن مین دو جگہ اپنے
تمھارے پھول ہین گلشن مین دو جگہ اپنے
روان دوان ہین نشیمن مین دو جگہ اپنے
یہ اپنے ہی تو ہین مسکن مین دو جگہ اپنے

تمھاری چین سے صبح و مسا گذرتی ہے
خبر نہین کہ یتیمون پہ کیا گذرتی ہے

تمھاری قوم کے بچے تمھارے دُرِ یتیم
سمیٹین غیر انھین اور تم نہ دو تعلیم
اسی کا نام ہے کیا پیروی خلقِ عظیم
سکھا گئے ہین تمھین کیا یہی رسول کریم

یہی حمیت اسلام ہے مسلمانون
سمجھ لو اس کا جو انجام ہے مسلمانون

شریف قوم کی پردہ نشین وہ بیوائین — بلا نصیب یتیمون کی فاقہ کش مائین
کہان سے اونکو کھلائین کہان سے خود کھائین — تمھین بتاؤ یہ آخر جئین کہ مر جائین

یتیم خانہ بنا لیجے اے ہماری قوم
شکستہ حال بہت ہو رہی ہے ساری قوم

وہ قوم جس کا پیمبر معلم اخلاق — وہ قوم جس کے تمنا دید شہرۂ آفاق
وہ قوم حل مہمات مین یگانہ و طاق — وہ قوم جسمین تھی شیرازہ بندئ اوراق

جھکا جھکا دیئے سر جس نے بدگمانونکے
چڑھا چڑھا دیئے چلے کڑی کمانونکے

اسی کا آہ ستارا ہے آج پستی مین — وہی تو مست ہے اب اپنی فاقہ مستی مین
خدا پرست جو تھے خاکناے ہستی مین — ہزار حیف وہ ڈوبی ہے خود پرستی مین

نہ دردِ دین نہ اب سے دردِ قوم باقی ہے
بلا سے کوئی حجازی ہے یا عراقی ہے

نہیں خیال مساجد تمھیں اگر نہ سہی — نہیں قبور شکستہ کی کچھ خبر نہ سہی
نہیں ترقی تعلیم پر نظر نہ سہی — نہیں جو دل پہ کسی شے کا بھی اثر نہ سہی

مگر غریب یتیموں سے بے رخی کیسی
بلا نصیب یتیموں سے بے رخی کیسی

ہمارے نالوں کا دل پہ اثر نہیں لیتے — پکارتے ہیں تمھیں تم خبر نہیں لیتے
فقیر مست ہیں ہم مال و زر نہیں لیتے — دعائیں دیتے ہیں لعل و گہر نہیں لیتے

خوشی نصیب ہر ایک قوم کے معاون کو
در یتیم تمھیں دے رہے ہیں لو ان کو

اٹھو اٹھو کہ یہی وقت دستگیری ہے — فقیر قوم بنو بس یہی امیری ہے
صفی پسند درِ قوم کی فقیری ہے — رہا نہ ہونگے محبت بھی یہ اسیری ہے

جزائے خیر دے اللہ اُن کریمون کو
سمیٹنے جو اُٹھین قوم کے یتیمون کو

بہاری سہرا

قوم کے سر پہ ترقی کا ہماری سہرا
تازہ پھولون کا ہے اک ہفت ہزاری سہرا
صفی انمول ہے اک ایک لڑی دلآویز
دیکھ ٹھپچہ نے وہ گوندھا ہی بہاری سہرا

نظم وداعیہ

خدا حافظ عظیم آباد اب ہم دور جاتے ہین
نہین دل چاہتا پر کیا کرین مجبور جاتے ہین
چھ سال اب تک رہے ہین جسکی ہم تیمارداری مین
تجھے دیکر وہی اپنا دل رنجور جاتے ہین
روش سودائیان قوم کی ہے دید کے قابل
کبھی مغموم جاتے ہین کبھی مسرور جاتے ہین

قیامت آفرین نالے یہ کیکر دل سے نکلے ہین ٭ ٹھہر جاؤ ابھی ہم پھونکنے اک صور جاتے ہین

ذرا دیکھین کنول دل کا ہوا کیونکر بجھاتی ہے ٭ لیے ہم امتحاناً یہ چراغ طور جاتے ہین

زمانے کا ہر اک نقش قدم ہم کو بتاتا ہے ٭ کہ رہ رو کب خلاف جادۂ جمہور جاتے ہین

خبر دنیا و ما فیہا کی اے ساقی نہین ہم کو ٭ قدح کش نشۂ الفت مین تیری چور جاتے ہین

یہ قوم اے چھوٹے نواب آپکی ممنون احسان ہے ٭ یہی کہتے ہوے سب اہل دل مذکور جاتے ہین

شریک دور پھر ہون گے اگر اللہ نے چاہا ٭ **صفی**۔ لو میکدہ اب ہو چکا معمور جاتے ہین

قطعہ شکریہ

[یہ قطعہ فی البدیہ نظم کرکے پڑھا گیا]

بہ عطائے تمغائے طلائی از سرکار عالیجناب نواب سید محمد اکبر علیخان صاحب عرف سید چھوٹے نواب صاحب بہادر دامت اجلالہ رئیس اعظم عظیم آباد پٹنہ

بصلۂ خدمات قومی حضرت صفی دامت فیوضہ

چھوٹے نواب کے منہ سے یہ گرانقدر الفاظ ڈھیر ہیں ڈھیر صفی لعل و گہر کے ہم کو
تو نہالان چمن قوم کے پروان چڑھیں نیگ ٹھہرے کا ملا لخت جگر کے ہم کو

قطعہ دعائیہ در شان کانفرنس و انتخاب صدارت

[سنہ ۱۳ء کے اجلاس ہفتم شیعہ کانفرنس منعقدہ جونپور میں ذیل کی نظمیں پڑھی گئیں]

تو جہاں جائے زمانے میں رہیں کانفرنس دین و دنیا کی ترقی ترے ہمراہ رہے
عالم دین ہو کہیں صدر نشین کوئی رئیس جلوہ افروز کبھی مہر کبھی ماہ رہے

قطعہ متعلق انتخاب صدارت اجلاس شیعہ کانفرنس بمقام جونپور

جب ہوئے بہر صدارت منتخب ای انجمن، قبلہ و کعبہ ہمارے مولوی آقا حسن۔
آپ نے قائم مقام اپنا کیا وہ منتخب جوش زن رگ رگ مین جسکے خون سلطان عرب

دیگر

مبارک ہو اے دل ہر محفل آرا سپہر جلالت کا روشن ستارا
تمر جلوہ نواب سید محمد

لخت جگر

(نمبر ۵)

یہ نظم سنہ ۱۳ء کے اجلاس شیعہ کانفرنس منعقدہ بمقام جون پور مین پڑھی گئی اس نظم

کے پڑھے جانے کے بعد اسی سال شیعہ کالج کا رزولیوشن بھی پاس ہوا اس مین
شیعہ کالج کھولنے کی تحریک کی گئی ہے

جونپور! اے مولد سلطان عادل شیر شاہ — تیرے آثار قدیمہ تیری عظمت پر گواہ
کہہ رہا ہے قلعہ شاہی یہ بحال تباہ — مدتوں تک ہند کی ہم بھی رہے ہین تختگاہ

ایک غافل قوم کی کھوئی ہوئی عظمت ہین ہم
ہم سے عبرت کا سبق لو منظر عبرت ہین ہم

جونپور ارباب علم و فضل کے دار السرور — کہتے تھے شیراز ہند اکثر تجھے اہل شعور
تجھ مین تھے شاہان شرقی کے عمارات و قصور — خود تری تاریخ آبادی ہے شہر جونپور

اب کہان وہ بام و در سب ہوگئے زیر و زبر
نام تک مین ہے ترے رنگ تغیر کا اثر

اے محمد شاہ جونان کی مکمل یادگار — کیا ہوے وہ پھول جنسے اس چمن کی تھی بہار
آہ وہ تیرے مشاہیر انتخاب روزگار — تیری بستی جنکے غم مین آجتک ہی سوگوار

ہا چل بسے یون مدفنون کا بھی نشان ملتا نہین
ایک یوسف اکا رُوان کا کاروان ملتا نہین

اے زمین قلعہ وہ تیری سپاہین کیا ہوئین　　افسران پُر جگر کی وہ نگاہین کیا ہوئین
شہر مین مشہور تھین جو درسگاہین کیا ہوئین　　وہ مشایخ کیا ہوئے وہ خانقاہین کیا ہوئین

تھے اسی معمورہ مین جو صاحب تاج و نگین
شمع تک انکی لحد پر اب کبھی جلتی نہین

سوتے ہین کنج لحد مین پانون پھیلائے ہوے　　کوئی تو کہدے زیارت کو ہین لوگ آئے ہوے
قلعہ مین حمام ٹوٹے ہین چھاونی چھائے ہوے　　چپہ چپہ دیکھتے پھرتے ہین گھبرائے ہوے

رو کے کہتے ہین کہ اے خلوت نشینو السلام
السلام اے قبر کے عزلت گزینو السلام

وہ شمالی حصہ مین اک پُر فضا بارہ دری　　خوشنما فیروز شہ کے وقت کی صنعت گری
دیتی ہی رو کار سے یون داد معنی گستری　　منے دیکھے ہین بہت سے دور چرخ چنبری

دُھسّ بتاتا ہے کہ چوٹون سے بدن مسجور ہے

قلعہ کہتا ہے کنوان دل کا میرے ناسور ہے

قلعۂ سنگین بنا دکھلا رہا ہے شان طور
ہر جگہ ہے قدرت حق کے کرشمون کا ظہور

جب نگاہ شوق کر جاتی ہے خندق سے عبور
بہہ رہی ہے گومتی دکھن کیجانب تھوڑی دور

آجتک جب اک ذرا چڑھتا ہے آب گومتی

قلعہ کے پابوس کو بڑھتا ہے آب گومتی

یہ حصار کہنہ مشہور زمانہ تھا کبھی
ان خرابون مین جلالت کا خزانہ تھا کبھی

ہر نشیمن مین ہما کا آشیانہ تھا کبھی
دادگاہ خلق اسکا آستانہ تھا کبھی

معدلت کے مشغلون سے گیتے خالی اب بھی ہے

عدر دروازہ پہ دیکھو کوتوالی اب بھی ہے

اندرون قلعہ باقی جس قدر آثار ہین
واقعات ماضیہ کے محرم اسرار ہین

وہ جو ٹیلے جابجا ہموار و ناہموار ہین
عبرت آموز عزیزان اولی الابصار ہین

وہ زمین اسوقت ہنستی ہے تہ چرخ کہن
ہے جہان پنڈال مین شیعون کی قومی انجمن

آ رہی ہے ذرّہ ذرہ سے یہ جان پرور صدا
ایک حالت پر نہین چلتی زمانہ کی ہوا
آنے والو منزل دنیاے فانی ہے سرا
گر بقا تم چاہتے ہو قوم کی چاہو بقا

منہدم تمکو نظر آتے ہین جتنے بام و در
ہین سب اپنے خواجگان ماسبق پر نوحہ گر

ہین مکان ویران اسیر خاک سب انکے مکین
جانور صحرا کے جنکو آکے رہتے ہین ہین
اور چلاتے ہین یہ کہکر یہ آواز حزین
رونیوالا ان مزارون پر کوئی باقی نہین

صبحدم مرغان وحشی دیکھکر جوش سکوت
مسجدون مین پڑھتے ہین سبحان حیّ لایموت۔

وہ یہین کے پھول تھے انکا یہی تھا خانہ باغ
سمجھے جاتے تھے جو ملک ہند مین روشن دماغ
قدر دان بھی پائے تھے ویسے ہی حاصل تھا فراغ
ان چراغون سے جلا کرتے تھے اکثر چراغ

کیا ہوے وہ صوفیان صاف طینت کیا ہوے
کیا ہوے وہ خانہ نان علم و حکمت کیا ہوے

یہ اثر خوش خلقیون کا ہے انھین کی ہمنشین
عطر ایسا پھول ایسے جو نہین ہوتے کہین

سیکڑون ہی دفن اس خطہ مین ہین زیر زمین
خندہ روے و دل شگفتہ نازک اندام و حسین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی جو پنہان ہوگئین

جونپور اے مہد گاہ مجمع اہل کمال
درج نظم مختصر ہو کیا مفصل تیرا حال

سیکڑون ہی تجھمین تھے ارباب حال اصحاب قال
فی الحقیقت اک زوال قوم تھا تیرا زوال

تیری نورانی شعاعین کس جگہ پہونچی نہین
آسمان آفتاب علم تھی تیری زمین

وہ ترا اگلی یادگار منعمان ماسبق
دے رہا ہے ہمکو استقلال کا ابتک سبق

شہر کی ہستی کا سیلابوان نے گو الٹا ورق
اپنے دکھلائی مگر شان ثبات راہ حق

نقشِ عہدِ اکبرِ غازی ہی یہ جسرِ قدیم
کیون نہ سمجھین اہلِ دل اسکو صراط المستقیم

جون پور اے شاہدِ پہلو نشینِ گومتی
خوب ہی تو نے چنی ہے آستینِ گومتی

لکھنؤ کے بعد او نقشِ نگینِ گومتی
پڑتی ہے تجھپر نگاہِ دور بینِ گومتی

کیون محبت کو تری سمجھین نہ فرضِ منصبی
ہمکو تیرے ساتھ ہے اک دعوی ہم مشربی

منتخب ہو سبزہ زارون مین ردھان اک آبجو
بادہ کش ہو ایک کاسہ مین زلالِ آرزو

ایک شفاف آئینہ ہو مہوشون کے روبرو
دیکھیے نقشہ تو شہر جونپور و لکھنؤ

ایک دریا پر بسے ہین شان ساحل ایک ہی
دل بظاہر ہین جدا لیکن رگِ دل ایک ہی

اتحادِ باہمی کا اقتضا یہ ہے مگر
سینچے اُسے بھی لکھنؤ کا ہی جو نخلِ بے ثمر

پاس اس کم سن مسافر کے نہ تھا زادِ سفر
ورنہ کیون شہرِ عظیم آباد سے آتا ادھر

اب ضدین کم ہو چلی ہین خم سر تسلیم ہے
یہ صغیر ہفت سالہ قابل تعلیم ہے

تجھ سے ہے اُمید ہمدردی سبھی کو بالعموم
رہچکا ہے مدتون تو ہند کا دار العلوم

مثل شمس بازغہ تجھے ضو فشان تیرے نجوم
قاضیونکی مفتیون کی تیرے دنیا بھر مین دھوم

اب نہ اس معصوم کی تعلیم مین تاخیر کر
شیعہ کالج کھل سکے ایسی کوئی تدبیر کر

خیر انکا ذکر ہی کیا جو کسی قابل نہین
قوم مین ہین سیکڑون زردار لیکن دل نہین

فکر اُن باتونکی ہی جنکا کوئی حاصل نہین
حیف کالج کھولنے پر ایک بھی مائل نہین

قوم شیعہ کی ترقی ہے اگر مدنظر
چاہیے کامل توجہ کالج اور اوقاف پر

کھولیے تعلیم کے ابواب اگر مسدود ہین
ورنہ یہ سالانہ جلسے زحمت بے سود ہین

دیکھیے اوقاف جتنے آپکے موجود ہین
وہ خراب دست برد احمد و محمود ہین

آپ انہین کیون چھوڑے بیٹھے ہین ذرا فرمایئے
اپنے قبضہ کرکے قومی ورسگہ کھلوایئے

ایسی حالت مین کہ جب قائم نہ ہو کوئی نظام — بے محل ہی چھیڑنا اک وقت مین دو بھاری کام
زور گھٹ جائیگا جب قوت مین ہوگا انقسام — کام اُٹھاؤ ایک اور اُسکو چھوڑو نا تمام

صرف دس کامون مین ہو کیون قوم کا پیسہ فضول
ایک محور پر ہو خیالون کا یہ ہے زرّین اُصول

مجلس شوریٰ یہی جسپر کہ ہمکو ناز ہے — بے کہے بنتا نہین بگڑا ہوا اک ساز ہے
چھیڑیے جو تار اُس کی مختلف آواز ہے — دیکھیے انجام کیا ہو جسکا یہ آغاز ہے

کچھ نہین کرتی اگر سالانہ قومی انجمن
پھر تو ہے بازیچۂ طفلانہ قومی انجمن.

مجملاً بیدار مغزی کا ہماری سُنیئے حال — پاس کرنا چند تجویزونکا بعد از قیل و قال
پھر نکرنا ایک کی تعمیل تا پایان سال — پڑھ کے سالانہ رپورٹ آتا ہے دلمین خیال

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

ہند لیکن کار پردازون کا بھی بیجا نہین
درج ہے فہرست مین چندہ مگر ملتا نہین

شرم! شرم! ای قوم یہ طرز عمل اچھا نہین
چونش وقتی ہے تو سب کچھ ورنہ کچھ پروا نہین

واہ کیا کہنا ہمارا طرفہ ترمعجون ہین
وعدہ مین حاتم ہین جب دینا پڑی قارون ہین

دور ہفتم ہے مرے ساقی ذرا خست نگر
وسعت پیمانہ تعلیم رکھہ مد نظر

فاتہ مستو ئین ترسے کچھ ظرف ہمت ہو اگر
کھل سکے کالج ہمارا جمع ہوا تنا تو زر

انتظام درسگاہ قوم خاطر خواہ ہو
شیعون کے لخت جگر کی اب تو بسم اللہ ہو

ہو جو ہمت کی کمر مین استواری انجمن
یا علی کہکر سنبھل جا میری پیاری انجمن

کب کریگی قوم کی خدمتگذاری انجمن
کس سے کم کس چیز مین ہو اب ہماری انجمن

ہے شگون نیک یہ بھی دیکھ او پیرِ مغان

کانگرس کا میر مجلس میر مجلس ہی یہان

مینھ برستا ہے وہ سیم و زر کا عا ساقیا — ہین قدح کش بندگان میر کوثر ساقیا

ہمنے یہ مانا نہین ایسے تو انگر ساقیا — بات پر آ کر لٹا دینگے ابھی گھر ساقیا

جانتے ہین ہاتھ کا یہ میل وہ زر ہو کہ سیم

اُسکے پیرو ہین جو ہے ساقی کریم ابن کریم

وہ سخی ابن السخی جس نے بقلب شادمان — سامنے سے اپنے بچونکے اُٹھا دین روٹیان

کون بچے فاطمہ کے لختِ دل روحِ روان — ہو رہے تھے تین فاقون سے جو بالکل ناتوان

بعد صحت نذر کے جب روزہ رکھے تین دن

پانی سے کھولا کیے اللہ رے نفس مطمئن

ہان تماشا چاہیے ہمکو اوسی کی ساقیا — کی قطار اونٹونکی جس نے اپنے سائل کو عطا

آگیا ہے ذکرِ پاکِ بابِ علمِ مصطفےٰ — نحو و سنہو آخر کہان تک مسئلہ تعلیم کا

رسمِ دعوت ملتوی اے قوم عالی ظرف ہو
یہ رقم جو کچھ بچے وہ درسگہ پر صرف ہو

یہ مری تجویز گو تقویم پارینہ تو ہے — قوم کی اعلیٰ ترقی کا مگر زینہ تو ہے
تم نہ مانو دِل ہمارا تم سے آئینہ تو ہے — کچھ نہیں نظمِ صفیؔ اک جوششِ سینہ تو ہے

یونہیں چھیڑینگے جہاں موقع ذرا بھی پائینگے
شیعہ کالج تجھسے اے قوم ایکدن کھلوائینگے

خطاب از قوم

قطعہ فی البدیہہ بجواب استغاثۂ یتیمان بمقام جونپور اجلاس ہفتم شیعہ کانفرنس

سُنی حضور نے فریاد اِن یتیموں کی — جواب دیں کہ نہ دیں ہم کو یہ بتا دیجے

خطاب ازیتیمان بجواب استغاثہ

ہم کون ہین یہ کیا کہا پیارے یتیمون مین فدا — تم قوم کے ہو لخت دل تم قوم کی ہو وجہ بقا

کڑھتے ہو کیون موجود ہین ہم سرپرستی کیلئے — سایہ اگر ماں باپ کا سر سے تمھارے اٹھ گیا

تمکو لگائین سینے سے جب آنکھ سے آنسو بہین — مرہم یہی ہے غمزدہ رستے ہوے ناسور کا

ہم اور تم سے بے رخی بچو یہ کوئی بات ہے — ہم تو خفا تم سے نہین تم ہو تو ہو شاید خفا

فرزند ہو فرزند ہو تم قوم کے دلبند ہو — کیسی غلامی دلبرو۔ اس لفظ کے معنی ہین کیا

کافی ہے دامن قوم کا گرد یتیمی کے لیے — اے میرے دُر بے بہا اے میرے نقش مدعا

ہم بھیک مانگین گے مگر پالینگے تمکو بیکسو — پھولو پھلو تم خوش رہو بس ہے یہی اپنی دعا

شکریہ

اجلاس ہفتم شیعہ کانفرنس جونپور منعقدہ ۱۳ سنہ ع مین خان بہادر مفتی حیدر حسین صاحب چیرمین منیوسپل بورڈ و پریسیڈنٹ انتظامیہ کمیٹی جونپور نے لسان القوم کا تمغہ دینے کا جو اعلان مختصر تقریر کے ساتھ فرمایا تھا اُسکے جواب مین بطریق شکریہ ذیل کی نظم فی البدیہ کہکر پڑھی گئی -

معزز دوستو عاجز نوازو — میرے بیمار دل کے چارہ سازو

مری نسبت ہوئی جو گُل فشانی — عنایت مہربانی قدردانی

اُٹھائی آپ نے بیکار زحمت — نہ تھی کچھ اس تکلف کی ضرورت

خدا شاہد کسی قابل نہین ہون — گدائے بے نوا عزلت گزین ہون

چمن وہ آپ ہین جسکے گُلِ تر — اسی کا خار ہون بدتر سے بدتر

محبت قوم کی ہے آبِ گِل مین — برابر ہوک سی اوٹھتی ہے دل مین

ترقی قوم کی مدِ نظر ہے — اسی کا تذکرہ شام و سحر ہے

یہ رہتی ہے دعاے صبح گاہی
کھلے قومی کوئی کالج الٰہی

پڑھیں اسمیں تمام اطفال شیعہ
ترقی کا نکل آے ذریعہ

جزاے خیر دے اللہ اُن کو
کریں مضبوط جو اِس بیخ و بُن کو

مدد کیجے صفی بے دست و پا ہے
لسان القوم اگر ہے بھی تو کیا ہے

یتیموں کے سامنے جب کوئی بزرگ آے اُسوقت اُنکے پڑھنے کے لیے یہ نظم حسب فرمایش آنریری سکرٹری صاحب آل انڈیا شیعہ کانفرنس بتاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۲ء لکھی گئی

صفی یہ دن صفِ اطفال میں بسر کا ہے
جو دل ہے شیشہ نازک مے طہور کا ہے

شریف قوم کے بچے ہیں سب یہ دُرِّ یتیم
کوئی قریب کا نہیں ہے کوئی دور کا ہے

یتیم خانہ میں اِن کی روش ہے قابلِ دید
نہ دن سمجھ کا ابھی ہے نہ سن شعور کا ہے

شکیب زبا ہے جو اِنکے کلام سے غم و درد
یہ سب اثر طپش قلب ناصبور کا ہے

بلا نصیب ہیں ماں باپ ہم نہیں رکھتے
خدا کے بعد سہارا ہمیں حضور کا ہے

ذیل کی نظم اہل دہلی کی اس وقتی کشیدگی کا درد انگیز مرقع ہے جو دہلی مین اجلاس ہشتم شیعہ کانفرنس کے نہونے پر ۱۹۱۴ء کے اجلاس ہشتم منعقدہ بمقام لکھنؤ آپس کے اتفاق قایم رکھنے کی آرزو مین پڑھی گئی

خداوندا ہوائین چل رہی ہین کیسی طوفانی
بلاطم مین جہاز آیا ہے گھیرے ہی پریشانی

ہماری قوم سے نا اتفاقی دور ہو یارب
پہونچ جائے یہ بیڑا تا سرِ ساحل بآسانی

بہار انگیز ہو یہ جعفری پھولون کا گلدستہ
رہین مل جل کے شیعہ دل شگفتہ خندہ پیشانی

دعا اللہ سے ہے اتفاق آپس مین پیدا ہو
صفی یہ مطلع حافظ ہی درد جوش ایمانی

ہواہ خواہ توام جانان ومیدانم کہ میدانی
کہ ہم نادیدہ میدانی وہم ننوشتہ میخوانی

مسلک ہی ایک پھر کیون خویش ہمسفر نہ جائین
دلکو نہ راہ دل سے جبتک ہو گھر نہ جائین

یہ رشتۂ محبت قائم رہے الٰہی
تسبیح فاطمہ کے دانے بکھر نہ جائین

ہے پُرخطر دوراہا نا اتفاقیون کا / جائین کدھر بتا دو اب ہم کدھر نہ جائین

ملکر چلو وصیت کرتی ہے آدمیت / جب تک کہ ہم جہان سے بالکل گذر نہ جائین

جس راستے مین سب کو ہی خضر کی ضرورت / بہتر یہی ہے ہم بھی بے راہبر نہ جائین

ہر قافلے کے پیچھے مثل جرس ہون نالہ / اُمید ہے کہ نالے یہ بے اثر نہ جائین

جنبش سے جن لبون کی ہوتے ہین نغمے زندہ / ہم اس ادا پہ انکی کسطرح مر نہ جائین

یہ چند روزہ ہستی نیرنگ بیخودی ہے / کیون بیخبر نہ آئین کیون بیخبر نہ جائین

ہمنے صفی یہ مانا زخم زبان ہے کاری / مرہم سے معذرت کی کیون زخم بھر نہ جائین

بخت جگر

(نمبر ۶)

یہ نظم سنہ ۱۲ء کے اجلاس ہشتم منعقدہ بمقام لکھنؤ مین پڑھی گئی - اس نظم مین شیعہ کالج کے

نہ کھلنے کی شکایت چودھوین بند سے شروع ہوئی ہے

لکھنؤ تجکو خبر ہے کچھ ترا وہ لخت دل　　چھوٹ کر تجھسے سفر کرتا رہا جو متصل
زحمت طول سفر آب و ہوا نا معتدل　　کاہشون پر کاہشین پھر کیون نہوتا مضمحل
کم سنی ناطاقتی سے سست ہی بے حال ہے
گھر ہی مین گذرے تو اچھا ان گنا یہ سال ہے

دو برس کا سن تھا جب کمزور یہ ایسا نہ تھا　　گھر سے جاتے ہی نہین معلوم اسے کیا ہو گیا
پھر نہ پنپا آجتک پھر تا رہا گو جابجا　　ہاتھ اُٹھا کر چار دسار واکیے ہر وقت دعا
جان بچ جائے صغیر السن نحیف و زار کی
قوتین پھر عود کر آئین مرے بیمار کی

دو برس تک جو رہی رہتی وہی رفتار اگر　　پڑنے لگتی اسپر اب تک ایک عالم کی نظر
ملنے لگتے قوم کو حسن ریاضت کے ثمر　　تھا اگر قومی ترقی کے منازل کا قمر
یہ ابھی بڑھنے کے دن تھے یون نہ گھٹنا تھا اسے

چودھوین کا چاند بنکے گھر پلٹنا تھا اسے

لیکن اسکی کیا خطا ایسی کسے اُمید تھی ۔ دشمن اسکی جان کے ہو جائینگے احباب ہی

چاہیے تھا اک بہانہ وہ صدارت ہی سہی ۔ یہ شکر رنجی بڑھی دعوت عداوت ہو گئی

لکھنؤ کی واپسی پر کیا کرے مجبور ہے

پاس جا کر غور سے دیکھا تو دلّی دور ہے

اسکے ہمجولی ہین کچھ دار الاقامہ مین یہان ۔ اور کچھ دار الیتامے مین نحیف و ناتوان

اُنسے جی بہلیگا اُلفت کا رہیگا امتحان ۔ تھا رہِ غربت مین ابتک یہ سفر بے کاروان

کان مین کچھ قوم کے بے التفاتی کہہ گئی

ساتوین سال اسکی بسم اللہ ہو کر رہ گئی

پوچھتے ہین لوگ ہم سے شیعہ کالج کا مقام ۔ آگرہ دہلی ہر اک انمین سے ہے اعلیٰ مقام

ایسے کالج کو مگر درکار ہے کیسا مقام ۔ ہو جہان شیعون کا مرکز ہے وہی اچھا مقام

اختلاف احباب کا اس رائے سے بے سود ہے

فائدہ کیا ہوسے ۔ جب قومی غرض مفقود ہو

دعوتِ ملی کا استرداد بتلاتا ہے صاف　　جاگزیں ہے قوم میں ابتک فروعی اختلاف

یہ بڑا ہی نقص ہے تقصیرِ خادم ہو معاف　　مجلسِ شوریٰ نہیں گویا ہے اک دشتِ مصاف

مومنوں سے ہاتھ اپنے مومنیں کھینچے ہوے

آستیں الٹے ہوے شمشیرِ کیں کھینچے ہوے

رکھیے منصوبے ترقی کے ابھی بالائے طاق　　قومیت کی خشتِ بنیادی ہو باہم اتفاق

قلت اس عنصر کے اجزا میں دلیلِ افتراق　　صرف ہو قومی مقاصد میں اگر ذاتی انفاق

کہیے کیا وقعت ہو نظروں میں پھر ایسی قوم کی

ہمیشہ بیداری میں بھی طاری ہو غفلت قوم کی

قوم جسکا نام ہے مجموعۂ افراد کا　　جنمیں ہو کچھ مادۂ امداد و استمداد کا

کام کرنا اکیلے ناممکن نہیں افراد کا　　دیکھ لیجیے کارخانہ عالمِ ایجاد کا

امتزاجِ چار عنصر آب و آتش خاک و باد

خود بتاتا ہے کہ ہے منشائے ہستی اتحاد

زندہ قومون مین ابھی روح روان ہے دیکھیے
قومیت ہی کا ستارہ ضوفشان ہے دیکھیے

جنگ یورپ مین اسی کا امتحان ہے دیکھیے
ہم نہین - ہر قوم اس سے سرگران ہے دیکھیے

جا پہنچے قومون کو لیکر غرب سے تا حد شرق
پائیگا ہر جگہ پر اپنے بیگانے کا فرق

اک ہماری قوم ہے جسکو نہین کچھ حس مس
ہے تو دامنگیر ہے ذاتی ترفع کی ہوس

ہم ہین یون اقوام مین ہیچ تو ہین جیسے خار و خس
پھر بھی نخوت کی ہوا مین ہین سر زمین محتبس

قوم ہے برباد اسکا کچھ اثر دل پر نہین
جوش قومی کیا جو استقلال اسے دم بھر نہین

پیش آئے کیسے کیسے واقعات جانگزا
قوم نے اسوقت تک بتلایئے تو کیا کیا

شیعو سنی کچھ بھی نہین ہے جوش وقتی کے سوا
کب ہوا چندہ فراہم کس جگہ کالج کھلا

آئی جنبش مین رگ غیرت ذرا پھر کھو گئے

شور و غل سنکر ابھی چونکے ابھی ہم سو گئے

ایسی بیداری سے حاصل قوم اگر بیدار ہے
پاؤن پر اپنے کھڑا ہونا جسے دشوار ہے

کارخانے ہین نہ قومی درسگہ تیار ہے
شخصیت ہی شخصیت کا ہر جگہ اظہار ہے

قطرہ جب قطرون سے دریا کے جدا ہو جائے گا
خاک مین مل کر سر ساحل فنا ہو جائیگا

کھلتے کھلتے شیعہ کالج کو زمانہ ہوگیا
صرف باتون ہی مین ہمت کا خزانہ ہوگیا

پھر غنیمت غیر ہی کا آستانہ ہوگیا
غمزدون کا نالۂ دل اک فسانہ ہوگیا

ہم نہ چونکے سختیان کیا کیا نہ ہم پر ہوگئین
شور محشر کی ہوائین خواب آور ہوگئین

قوم تو شاید کہ اپنی زندگی سے سیر ہے
ورنہ کالج کھولنے مین ہم کیا دیر ہے

اختلاف آرا مین جو کچھ ہی سمجھ کا پھیر ہے
اپنی کمزوری سے ہمپر اک زمانہ شیر ہے

ڈھیل امدادون مین نہ اتنا جھول دینا چاہیے

ملکے باہم شیعہ کالج کھول دینا چاہیے

غیر سے غیروں کو اخلاقاً نہیں کچھ اجتناب | رہتی ہے اپنوں پہ بھی اپنی نگاہ انتخاب
جب یہ حالت ہے تو کیوں دلکو نہو اک پیچ وتاب | جملہ فرقوں سے ہے شیعونکا جُدا گانہ حساب

ہے جبھی قومی تمنّا معرض تعویق مین
اور سب ہین جمع مین اُستاد ہم تفریق مین

بے محابا یوں نہ صرف جنگ رہنا چاہیے | ایک سے کب ایک کو دلتنگ رہنا چاہیے
مومنوں کو باہمی یکرنگ رہنا چاہیے | ساز کے پردونکو ہم آہنگ رہنا چاہیے

پردۂ مہر و وفا مین دشمنی اچھی نہین
راہبر بنکر بظاہر رہزنی اچھی نہین

قوم اعزت سے جو رہنا ہے تو ویسے کام کر | زندہ قوموں کی طرح دنیا مین پیدا نام کر
نفس کی اصلاح مین پابندی اسلام کر | باہمی نااتفاقی کو نہ طشت از بام کر

شرمناک آویزشین آپس کی نفرت خیز ہین

پھول کانٹے بن گئے ہیں یہ زبانیں تیز ہیں

کیون دلون سے مٹ گیا ہو مومنیت کا اثر
مورچہ بندی رہا کرتی ہو کیون شام و سحر

ناحق آپس ہی مین لڑائی کا بھی ہو شوق اگر
جنگ یورپ کے لیے بنجائیے والنٹیر

کچھ سمندر پار جا کر نام پیدا کیجیے
قومیت مین ورنہ استحکام پیدا کیجیے

جسقدر بے لطفیوں مین وقت کٹتا جائیگا
مرکز اصلاح سے دل ادھر ہٹتا جائیگا

اقتدار قوم کا پانسہ پلٹتا جائیگا
ضعف بڑھتا جائیگا اور زور گھٹتا جائیگا

ہاتھ صاف اپنے ہی اوپر ہو صفائی یہ نہین
خودکشی ہے خودکشی جنگ آزمائی یہ نہین

رہیے مل جل کے سوا اسکے نہین تدبیر ہی
دل وہ کیا جسمین کشش ہی کی کچھ نہو تاثیر ہی

ارتباط باہمی کو جانیے اکسیر ہی
سست ہون کڑیان تو پھر بیکار ہو زنجیر ہی

اٹھیے تھوڑی دیر ترک خودپسندی کیجیے

قوم کے افراد کی شیرازہ بندی کیجیے

کثرت آرا سے جو کچھ طے ہوا اُسکو مانیے — طعن اور تشنیع کی یون برچھیان کیون تانیے
کھولیے آنکھین ذرا کچھ نیک و بد پہچانیے — اپنے ہی کیون خون مین ہاتھون کو اپنے سانیے

گرمجوشی ہوگئی ہو کم اگر احباب مین
دل سے بجلی کا اثر دوڑائیے اعصاب مین

تلخ کیون بے لطفیون مین زندگانی کیجیے — خُلق سے پیش آئیے شیرین بیانی کیجیے
جانفشانی کیجیے کچھ زرفشانی کیجیے — نونہالان چمن کی باغبانی کیجیے

جو مقدم ہے وہ قومی کام ہونا چاہیے
لازمی تعلیم پہلے عام ہونا چاہیے

اسطرح بھی نفع اپنی قوم کو پہنچائیے — ساتھ ہی خود جمع سرمایہ بھی کرتے جائیے
شیعون کے اوقاف سب قبضے مین اپنے لائیے — کھولیے کالج رقم جسوقت کافی پائیے

کم نہین کچھ منعم باذل ہماری قوم مین

سیکڑون اب بھی ہین دریا دل ہماری قوم مین

ہم وہ ہین ہوتے رہے اورونکی مشکل مین شریک
آجتک مانگی نہین غیرونکے دروازہ پہ بھیک

جانتے ہین اِس تہیدستی مین بھی اسکو کیک
اپنے ہی بازو ہین بازو کام اگر دیجائین ٹھیک

ناخدا موج حوادث کا تھپیڑا ہوگیا

یاعلی نکلا زبان سے پار بیڑا ہوگیا

جھولیان لیکر اُٹھے ہین کچھ بھی خواہانِ قوم
جنمین اکثر نفس قدسی قبلۂ ایمانِ قوم

اور اکثر اہلِ دولت جنسے قائم شانِ قوم
دیکھیے انصاف سے تو ہین یہی سب جانِ قوم

ہم نے یہ مانا کہ مفلس قوم مین کچھ دم نہین

دل تونگر چاہیے ہے بے زری کا غم نہین

چیونٹیون سے بھی گئے گذرے ہین کیا ہم سب کبھی
دانہ دانہ لاکے خرمن جمع کردیتی ہین جو

ظاہری کمزوریون سے دل شکستہ تم نہو
اب کمر مضبوط باندھو اور کالج کھول دو

ورنہ دیکھو ایک دن پچھتاؤ گے پچھتاؤ گے

آجتک پستے رہے ہو اور پسے جاؤگے

ہمصفیران چمن ملتا نہین جنکا مزاج — وہ بھی ہم آواز ہون اُسکی ہمین کیا احتیاج

بن پڑیگا جسطرح کر لینگے ہم اپنا علاج — کہہ چکا ہون پیشتر بھی اور پھر کہتا ہون آج

منزلت قومون مین کچھ یہ قوم اُسدن پاے گی

دولت تعلیم جسدن عام کر دیجاے گی

مژدہ کالج سُنا یا ساقیا انعام دے — مدتون پھرتا رہا ہون اب ذرا آرام دے

جب دماغ و دل تھکے ہون کیا طبیعت کام دے — مجھسے بے صد بار دعائین پھر کے لیکن جام دے

میکدہ سے اُٹھکے میکش مدرسہ تک جائین گے

امتحانِ قومیت دیکر وظیفے پائین گے

جلد ہان ساقی نصاب میکشی تیار ہو — مے وہ مے بدمست بھی پیکر جسے ہشیار ہو

جام زرین کی کھنک سے قوم خود بیدار ہو — یہ خبر ہندوستان مین مشتہر اک بار ہو

قوم کی بہبود پر شیعون کا فرقہ تُل گیا

مدرسہ کالج نما اک لکھنؤ مین کھل گیا

لکھنؤ کی بہر زمین پر جلد ربِّ ذوالمنن
شیعہ کالج کی بنا ڈالین عزیزانِ وطن

پڑھتے ہون اطفالِ شیعہ انجمن در انجمن
دیکھ لین ہم بھی صفیؔ آنکھونسے وہ رنگین چمن

قوم کو کچھ فکر ہو اپنے فروغِ نام کی
آرزو نکلے الٰہی اس دلِ ناکام کی

تعلق یتیمان

صفیؔ سے کل یہ کہا تھا کئی یتیمون نے
کہ عرضِ حال پہ ہمکو جواب تک نہ ملا

دل اس کلام سے بیچین ہو گیا ایسا
کہ شب کو سوئے مگر لطفِ خواب تک نہ ملا

یہ نظم بجواب ایک یتیم کی نظم کے فی البدیہ کہکر اجلاس ہشتم شیعہ کانفرنس مین بغرض تشفی یتیمان پڑھی گئی اور جس سے اہل درد کے جذبات مین مدوجزر پیدا ہوا۔

زندہ ہے قوم جبتک تم دل شکستہ کیون ہو　　آؤ گلے لگالین او ڈھونڈین سے اوٹھو
معصوم بھولے بھالے پیارے یتیم بچّو

بچّو تمھارے سر پر مان باپ اگر نہین ہین　　اس درد جانگزا سے ہم بےخبر نہین ہین
معصوم بھولے بھالے پیارے یتیم بچّو

ہم تم نے کیا سنایا دل خود بخود بھر آیا　　ہر شخص رو رہا ہے اپنا ہو یا پرایا
معصوم بھولے بھالے پیارے یتیم بچّو

بچّو غم یتیمی مانا بڑی بلا ہے　　بچپن مین خود نبی نے یہ امتحان دیا ہے
معصوم بھولے بھالے پیارے یتیم بچّو

ان زخمون کا دل پر اتنا نہ تم اثر لو　　مظلوم کربلا کے بچون کو یاد کر لو
معصوم بھولے بھالے پیارے یتیم بچّو

تیار ہے جو ہم سے تم ایک یتیم خانہ — ان بیکسون پہ گذرا زندان مین اک زمانہ

معصوم بھولے بھالے پیارے یتیم بچو

ہمدردی بتائے سیرت ہے مرتضیٰ کی — تم پر کرین جو شفقت رحمت انھین خدا کی

معصوم بھولے بھالے پیارے یتیم بچو

سنہ ۱۲ء کے اجلاس نہم شیعہ کانفرنس منعقدہ الہ آباد مین آنریبل جناب راجہ ابوجعفر صاحب کی صدارات، جناب آنریبل نواب فتح علی خان صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای۔ آنریری سکرٹری شیعہ کانفرنس کی منظوری عہدہ سکرٹری اور شیعہ کالج کی تحریک سے عام جوش مسرت پھیلنے کے موقع پر ذیل کی نظمین پڑھی گئین

ساقی الملت لکم دینکم — عید غدیر آئی بڑھا جوش خم

اتنی پلا آج کہ ہو جائین مست — دولت برطانیہ ہے سرپرست

حلقہ زن خمکدہ حیدری — مست بہار چمن جعفری

کانفرنس اُنکی یہان جمع ہے — جو ہے وہی بزم مین اک شمع ہے
راجہ ابوجعفر عالی گہر — حسن ریاضت کا مبارک ثمر
نعرۂ رندان غدیری یہ ہے — فتح علی خان بہادر کی جے
چین کر اب چین دلِ غمزدہ — نام ہے کالج کے کھُلا میکدہ

غدیر خم کے متوالون نے دل پایا جگر پایا — ہر اک پہلو مین اپنے ایک منظور نظر پایا
وہ نخلِ مدعا جو سوکھتا جاتا تھا اے شیعو — جب آئے لیکے خسرو باغ اسکو بارور پایا
یہ بختِ جگر دیکھو در تعلیم کھلتا ہے — کھُلی قسمت زبانون کی دعاؤن نے اثر پایا
یہ عہدِ امن و آسایش مبارک تمکو اے شیعو — کہ تم نے دولت برطانیہ سا چارہ گر پایا
مبارک باغبانی اِن مقدس باغبانونکی — الہ آباد مین حُسن ریاضت کا ثمر پایا
گلے مین جھولیان ڈالے فقیر مست نکلے ہین — صفی بتلائیے تو آپ کِسنے کِس قدر پایا

وہ دل مسرور جو پابند احکام شریعت ہین — وہ سب محظوظ جو دلبستہ ترقی خواہ دولت ہین
قوی ہین دونون بازو جمع اسباب مسرت ہین — بحمد اللہ زینت بخش ایوانِ صدارت ہین

امینِ قوم عالی منزلت راجہ ابو جعفر

ضمیمہ لختِ جگر (۷)

[یہ نظم شہر الہ آباد مین اجلاس نہم شیعہ کانفرنس کے موقع پر پڑھی گئی اس نظم مین موجودہ تعلیم اور یونیورسٹی کے دلچسپ تذکرہ کے ساتھ شیعہ کالج کا ذکر خصوصیت کے ساتھ چھیالیسوین بند سے شروع ہوتا ہے]

اے الہ آباد اے جولانگہِ گنگ و جمن — تیرا دامن تین تربینی کی ہے ایک انجمن
سیکھتے ہین تجھسے فرقے میل ملت کے چلن — اتحادِ باہمی سنگم سے ہے تیرے موجزن

جوشِ ہمدردی سے ہے لبریز پیمانہ ترا
خستہ حالون کا شفاخانہ ہے میخانہ ترا

لکھنؤ سے ہشت سالہ ایک طفلِ ناتوان ۔ لے پرا گیا آیا ہی دوا کو ن ہو الکھانے یہان
روگ ہی سوکھے کا جسکو گھل رہی ہین ہڈیان ۔ شکر یہ تیرا ادا کیونکر ہو قاصر ہی زبان

تازگی کچھ شاید آجاے دلِ پر داغ مین
اس نظر سے تو نے ٹھیرایا ہی جنبر و باغ مین

یہ نوان سالانہ جلسہ شیعیان ہند کا ۔ کہ ثمر آشامون کے خیمونکی قطارین جابجا
یہ ہو ملے غظر پرور یہ مقام پُر فضا ۔ فرشِ مخمل گرد سبزہ اسطرح ترشا ہوا

چلیے پھرنے پھر طبیعت کی روانی دیکھیے
صاف ہوتا ہی یہین دریا کا پانی دیکھیے

باغ یہ واقع ہی اسٹیشن سے تھوڑی دور پر ۔ دید کے قابل ہین اسکے خوشنما دیوار و در
چار دیواری اگر دیکھین تو آتے ہین نظر ۔ مختلف پتھر کے ٹکڑے وصل یون باہمد گر

جسطرح دلق گدا ے تارکِ دنیا ے زشت
اپنے گھر مین چھپا ے ساز و سامانِ بہشت ۔

صدر دروازہ دکھن کی سمت ہی اس باغ کا — آہنی نعلون کے زیور سے مرصع جابجا
یہ عوام الناس کی رسمون سے چلتا ہی پتا — ہی یہان مدفون خسرو کا سمندِ بادپا

پاگیا ہی رفتہ رفتہ دیکھیے اوجِ کمال
منتون کا ماننے والا ہے گردون پر ہلال

دوسرا پھاٹک مقابل مین جو ہی سمتِ شمال — اس عمارت کو ہی اسٹیشن سے گویا اتصال
ہی عجب دلچسپ منظر کیا بیان ہو اسکا حال — ہر جگہ صنّاعِ قدرت نے دکھایا ہی کمال

روح افزا قدرتی دلکش مناظر دیکھیے
گر سبق عبرت کا لینا ہو مقابر دیکھیے

سبز بیلون کے گھنے پتون سے پھاٹک سبزپوش — جسطرح آنچل عروسانِ حسین کے زیبِ دوش
کیاریان پھولونکی کثرت سے دکانِ گلفروش — رنگ بنکر پھوٹ نکلا نامیہ کے دل کا جوش

اہلِ دل کے حوصلہ کی طرح اتنا بڑھ گئین
دیکھتے ہی دیکھتے پھاٹک یہ بیلین چڑھ گئین

سمتِ مغرب مین نہادونکے ذخیرے بیشمار
رہتی ہی بارہ مہینے جنکے جھرمٹ مین بہار
تختِ پریون کا سرِ دوشِ نسیمِ خوشگوار
دیوزادون کا پرا وہ نیچے درختونکی قطار

جاگتے پھرتی ہی نہین نظرین یہ کیا اسرار ہی
موجِ خیزِ خندۂ گل قہقہۂ دیوار ہے

جانبِ مشرق بھی چلکر دیکھ لیجیے اک نگاہ
کچھ نظر آئینگے واٹر ورکس کے تالاب و چاہ
ایک انجن ہی جہان گرمِ فغان شام و پگاہ
ہوگئی ہین جسکے دود دل سے دیوارین سیاہ

کیا ترقی کی گئی ہی عالمِ اسباب مین
لائے ہین جمنا سے پانی کاٹکر تالاب مین

گوشے چارون دیکھیے اس باغِ خلد آثار کے
سُنیے خاموشی سے قصّے ہر در و دیوار کے
مقبرے شاہی ہین در چرخِ کجرفتار کے
مٹ گئے ہین جا بجا سے حرف تک اشعار کے

کون کسکی قبر ہے کوئی پتہ چلتا نہین
یہ تین گنبد ہین چراغ انپر کبھی جلتا نہین

ہی خزان کے رنگ مین ڈوبی یہانکی ہر بہار یہ اندھیری قبر! اُف! یہ پردہ تنہائے تار

کیا کرین نادانیان خاک مین ہین بے اختیار آ نہین سکتی یہا اے شمع بالائے مزار

"کچھ نہ کچھ گور غریبان پر بھی سامان ہو گیا"

"چار تارے چرخ سے ٹوٹے چراغان ہو گیا"

سمت مغرب مقبرہ ہے اک مثمن شکل کا دفن ہی جسمین زن مہپارہ پابند وفا

بعض کہتے ہین کہ شہزادہ کو اُس سے عشق تھا پان خسرو کو کھلاتی تھی یہی رنگین ادا

عاشق و معشوق دونونکا نہین اب کچھ نشان

ہوگئین سب خاک مین گل کے چونا ہڈیان

بعد اسکے شاہ بیگم کا گرامی مقبرا دیکھ لیجے چشم عبرت سے لیے بھی اک ذرا

اس مکان کے بیچ کا حصہ ہے قبرونسے بھرا واقعی ہم سب مسافر اور دنیا ہی سرا

موتیون کی مختلف قد کے جو ٹوٹی اک لڑی

متصل قبرین نظر آتی ہین سب چھوٹی بڑی

مقبرے وہ اور ہین اس مقبرہ کے آس پاس | خوشنما و مرتفع سنگین بنا محکم اساس

عاشقون کے دل کی صورت جنکی ہر منزل اُداس | پہلوؤن مین حوضِ سنگین خشک مثلِ چشمِ یاس

چار جانب پاسبان ہین سرو سر کھولے ہوے

بیٹھتے ہین آکے طائر بھی تو پر تولے ہوے

کیون لحد کے رہنے والو کچھ تمھین بھی ہے خبر | رات کب ہوتی ہے کب ہوتی ہے دنیا مین سحر

کہتے ہین آئینۂ عبرت جنھین اہلِ نظر | اُن مناظر سے دلون پر تم بھی لیتے ہو اثر

ہم ہین جس عالم مین کیا تم بھی اُسی عالم مین ہو

کس مسرت مین ہو کچھ بتلاؤ تو کس غم مین ہو

خوب ہمنے اس تمھارے باغ کی دیکھی بہار | شاخ در شاخ اسکی راہین اور سڑکین پیچدار

ہے کہین پھولونکا اک تختہ کہین پر سبزہ زار | کھینچتا ہے دامنِ نظارہ ہر نقش و نگار

ہے کہین کچھ خم کہین سیدھا گیا ہے راستہ

ٹٹیان ترشی ہوئی آراستہ پیراستہ

کسقدر باقاعدہ ہی ہر چمن کا عرض و طول دائرہ کوئی نہ کوئی زاویہ جسمین فضول
صورت اشکال اقلیدس نہایت بااصول انکھ مین جسطرح پتلی اسطرح تھالے مین پھول

دیکھکر مسرور ہوتا ہے دل اندوہگین
قرۃ العین چمن ہے نرگس شہلا نہین

شیعون سے غنچہ یہ صحن بوستان امسال ہے اسکے شرقی و شمالی گوشہ مین پنڈال ہے
چارہ ساز آئے ہین بیمار اک سقیم الحال ہے نسخہ مین ہر شربت دینار جسکا کال ہے

کھولتا غنچون کو مٹھی بے تامل چاہیے
باغبان اس باغ سے ہمکو زر گل چاہیے

خوب سب گھومے پھرے خوب اس چمن کی سیر کی لالہ و گل یاسمین و نسترن کی سیر کی
عرعر و شمشاد و سرو و نارونکی سیر کی مقبرون مین جاکے خاموش انجمن کی سیر کی

پر فضا یہ باغ جسکے نام سے موسوم ہے
شاہزادہ کون تھا وہ کچھ تمھین معلوم ہے

شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ ‏ — اُسکا فرزندِ معظم خسروِ زرّین کلاہ
باپ سے لاہور مین لڑ کر ہوا تھا جو تباہ ‏ — آنکھین سلوائی گئین ہر چند تھا نو نگاہ

گل کدہ ہی یہ اُسی شہزادہ ذیجاہ کا
سچ ہی فانی سب ہین باقی نام ہی اللہ کا

دوربین سے ہمکو دکھلاتی ہی تاریخ قدیم ‏ — اکبرِ غازی ہوا جب راہی دار النّعیم
تخت پہ بیٹھا تو ہون طبع نورالدین سلیم ‏ — عمر بھر ہوتی رہی بیٹون سے اک جنگ عظیم

اب جو حاصل ہی کہان اُسوقت یہ امن و امان
زندہ و پائندہ یارب قیصر ہندوستان

وہ زمانہ اور ساقی یہ زمانہ اور ہے ‏ — جارج پنجم خسروِ برطانیہ کا دور ہے
ظلم ہے عاجز رعایا پر نہ کوئی جور ہی ‏ — دادخواہون کی شکایت پر نگاہ غور ہی

حکمرانون کو عدالت گستری سے کام ہی
جس جگہ پہونچو وہان آرام ہی آرام ہی

کھلے اب یا میرِ کوثر ساقیا اک جام دے
سچ کے خسرو باغ رندونکو صلائے عام دے

صرفِ بیجا کا تجھے شاید کوئی الزام دے
مفت کیون اسامانِ خورد و نوش لیکر دام دے

برطرف رسمِ تکلف ساقیِ راحت رسان
آپ ہی ہم میہمان ہین آپ ہی ہم میزبان

وصلے یہ اس بھی دستی یہ اللہ الصمد
آنیوالون کو کھلائین آپ کیون ایمان ہے کہ

فالتو پیسون سے پیسہ فنڈ کو دیجیے مدد
قطرہ قطرہ چون بہم پیوست دریا میشود

آپ کی قومی عمارت کا جو پہلا کھنڈ ہے
وہ یہی سرمایۂ ناچیز پیسہ فنڈ ہے

اس رقم سے آپ تعلیمی وظائف کیون نہ دین
تاکہ جو طلبا ہین نادار وہ لکھ پڑھ سکین

بارور یہ مکمل ہون تعلیم پیسے قوم مین
بارشِ رحمت کا دین کام اہلِ دل کی ہمتین

جو کسی کو کھل نہین سکتا یہ ایسا فنڈ ہے
گنجِ باد آورد ہم شیعون کا پیسا فنڈ ہے

جسقدر اطراف مین ہین موزون تلی بستیان — ہر جگہ ہین لکھنؤ کی طرح فاقہ مستیان
اوج کی لیکن خبر دیتی ہین انکی پستیان — دیکھنا ٹھٹے نباہین یہ مبارک ہستیان

متحد صوبون کا ہی صدر اے الہ آباد تو
ایک بازو آگرہ ہے ایک بازو لکھنؤ

اے زیارتگاہِ خلق اے مجمع البحرینِ ہند — آگرہ مین میلا ترا مشہور ہے مابینِ ہند
اکبری قلعہ سرافرازی مین نصب العینِ ہند — اور خسرو باغ سے دہچند زیب و زینِ ہند

رنگ و بو یا ذائقہ وہ تیرے امرودون مین ہے
سیب کشمیری سرِ بازار مردودون مین ہے

جسکی خوشبو منزلون پھیلی ہی وہ گلشن ہی تو — تازہ رس گلہاے رنگارنگ کا خرمن ہی تو
بذلہ سنجی کا جواہر خیز اک معدن ہی تو — حضرت اکبر لسان العصر کا مسکن ہی تو

نطق تیرے سکۂ رائج سے مالا مال ہے
ہند مین نقدِ ظرافت کی نہین ٹکسال ہے

تنگ تھا تالاب میں اسکے ساکنانِ ہر دیار　　تھی نمائش گاہ تیری انتخابِ روزگار
اہلِ دولت تھے ہوئے شوق سے بے اختیار　　منچلے پہونچے تماشا دیکھنے لیکر ادھار

گوشہ گوشہ منزلِ تفریحِ اہلِ ہوش تھا
قلعہ کا دامن ضیافت گاہِ چشم و گوش تھا

اس نگارستان کا جو نقش تھا وہ دلپذیر　　سیر کرنے منزلوں سے آئے تھے برنا و پیر
صیغہ جاتِ مختلف مین تھے صنائع بے نظیر　　جمع ہر سو خوشنما خیموں مین اک جمِ غفیر

سب طلسمی کارخانہ تھا یہاں پر کیا نہ تھا
"خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا"

اے ترا وہ تمکدہ مسند گہہِ فرمانروا　　مستند ہر فیصلہ ہے تیرے ہائی کورٹ کا
تیری یونیورسٹی وہ شاہدِ صبر آزما　　ثمرِ دولت نذر مین لیتی ہے جسکی ہر ادا

کیا ملا جب مغربی تعلیم سے پایا فراغ
ضعفِ دل ضعفِ جگر ضعفِ بصر ضعفِ دماغ

کچھ بھی ہو کاشانہ تیرا واجب التعظیم ہے
متحد صوبوں کا یکساں مرکزِ تعلیم ہے

تربیت منزل بستانِ امید و بیم ہے
امتحاں جب تیغ کھینچے خم سرِ تسلیم ہے

آہ کی طاقت کہاں محنت کشیدوں میں ترے
ہر چمن کے لالہ و گل ہیں شہیدوں میں ترے

مفلسوں کو علم کی تحصیل ہے اب ہر محال
اُٹھ گئی پہلے کی نسبت فیس پھر اُس پر یہ حال

قابلیت سے زیادہ سخت پرچوں میں سوال
غیر ممکن ممتحن صاحب کریں اتنا خیال

ایک نمبر کے لیے کیوں دل کوئی محزون ہو
کیوں کسی کے تین سو پینسٹھ (۳۶۵) دنوں کا خون ہو

ایک میں یا چار مضمونوں میں ہونا کامیاب
حالتیں دونوں مساوی ہیں یہ اچھا ہے حساب

بیش و کم ہرگز نہ ہوگا بارِ تعلیمی نصاب
امتحانوں میں بھی ہوگی کوئی تخفیفِ عذاب

کیا تسلی بخش ہے قربان اس معیار کے
ہر طرح پر ایک ہے گویا برابر جاز کے

امتحانوں کی جہاں قائم نہو معیار ہی — فکر ہی تعلیم اعلیٰ کے لیے بیکار ہی

دس اگر دیں امتحان تو پاس ہونگی چار ہی — اپنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں کچھ زردار ہی

طبقہ ادنےٰ ہو کہ اوسط آگے بڑھ سکتا نہیں

انہیں سے چاہے کوئی پڑھنا تو پڑھ سکتا نہیں

غور کیجیے کیا نہیں انصاف اسکا مقتضی — پرچوں کی جانچ پڑتال اپنے جیسا چاہے کوئی

فیس زائد لیکے دیدے اذن یونیورسٹی — کچھ قباحت ہمیں کیا در خواست ہزار و جہی

داد کے خواہاں نہ پائیں داد آخر پائیں کیوں

یہ مسائل راز کے صیغہ میں رکھے جائیں کیوں

اور بھی دارالعلوم اس شہر میں ہیں بالیقیں — کشمکش تعلیم کی لیکن کہیں ایسی نہیں

ہیں ہماں اس باب میں پبلک کی نظریں دوربیں — ہر کہ در خرمن تعلیم سے ہے خوشہ چیں

مختلف پردے سہی پر ہمنوا ہیں ساز ہیں

ہمتیں اُنکے دلوں میں گونجتی آوازیں ہیں

درسگاہون کی کمی امیدواردن کا ہجوم	کچھ اسی صوبہ مین ہے اسکی شکایت بالعموم

چاہیے اقوام کو خود فکر تحصیل علوم	پھیل جائین تاکہ ہر طبقہ مین تعلیمی رسوم

ہر جگہ پر علم و فن کی درسگاہین کھولدین

کام چل نکلے جو اُٹھکر بند راہین کھولدین

مستند تعلیم گاہین ہون کہ ہون نامستند	علم کی تحصیل مین دینگی ہمین یکسان مدد

نام ہو درج گزٹ اسکے لیے کیا جد و کد	قابلیت آپ ہی ہے کامیابی کی سند

پڑھیے لکھیے اختیار آزاد پیشے کیجیے

دستکاری کو تجارت کو ترقی دیجیے

سب سے بڑھکر فرقۂ شیعہ مین ہے اسکی کمی	کام کے نکلینگے شاید فیصدی دس آدمی

ہر طرف چھائی ہوئی ہے بیحسی و بیغمی	سوتے ہین چین سے تانے ہوے اک شبنمی

سال بھر مین تین دن کو جو نکلتے ہین خواب سے

پھر ہمارا جوش وقتی کم نہین سیلاب سے

بے عمارت بن گیا دار الاقامہ دیکھنا　　پڑ گئی بے نیو کے دار الیتامے کی بنا
کاغذی اک مدرسہ بھی کھل گیا کالج نما　　آ گیا قبضہ مین فرضی انتظام اوقاف کا

تھا گرجنا قوم کا خالی صدائین توپ کی
سارے منصوبے وہ تصویرین ہین بائسکوپ کی

قوم تیرے نل کے ٹکڑے آہ بستے ہین کہان　　بے مرمت کہنہ بوسیدہ کرایہ کے مکان
کرم خوردہ جنگلے در وا شکستہ آستان　　دشمن حفظان صحت گوشہ گوشہ الامان

شق در و دیوار چھت مخدوش کمرے تنگ و تار
دیکھلے انسان صورت بھی تو چڑھ آئے بخار

خانہ باغ قوم شیعہ اور وہ اس ضلع کا　　کوئی کہتا ہے جسے جنگل کوئی وحشت سرا
منظر دار الیتامے بدتر اس سے بھی سوا　　یوسفستان یہ ہمارے ہین کہ زندان بلا

کام تعمیرات کا بے زر کے چل سکتا نہین
مہربان بچہ کوئی بے دودھ پل سکتا نہین

صرف کرتے ہین ہزارون آپ لیکن بے اصول
یہ رقم دعوت کی آخر کیا ہی اک فضول

خیر اندیشون کی استدعا جو کیجانے قبول
تو یہی مقدار ہو دارالیتامے کو وصول

یا اسے دارالاقامہ کے لیے دیدیجیے
فائدہ جسمین زیادہ دیکھیے وہ کیجیے

یہ سراسر واقعہ ہے شکوہ بیجا نہین
نام کی خواہش ہے سب کو کام کی پروا نہین

آکے تفریحاً جہان بیٹھین وہ جلسہ نہین
مجلس شوریٰ ہے کچھ میلا دسہرہ کا نہین

جی لگا کر کیجیے جو کام قومی کیجیے
رام لیلا کیجیے یا رام نومی کیجیے

گڑھ چکے احباب خوش آیند قصے گڑھ چکے
کھل چکا کالج نما اسکول لڑکے پڑھ چکے

پھول تیرے باغ کے اے دل بہیسر چڑھ چکے
ہم جہان پر تھے وہین ہین لوگ آگے بڑھ چکے

جسم بیحس سیکڑون روح روان کوئی نہین
کاروان کے ساتھ میر کاروان کوئی نہین

یہ تساہل یہ تغافل فائدہ کی بات مین … وقت اکثر صرف ہو جاتا ہے لغویات مین

کام کی مہلت نہین ملتی کبھی دن رات مین … کوئی کالج کو جو پوچھے کیسے اس برسات مین

تھو برن کالج کو لیکر شیعہ کالج گر پڑا

اُٹھنے ہی کو تھا کہ بیچارہ پہ فالج گر پڑا

سرد مہری قوم کے افراد مین ہے بیحد گر … آپ جو کچھ دیکھتے ہین یہ اُسیکا ہے اثر

دور جاتی ہی نہین کوتاہ بینی سے نظر … بے تکلف اپنے عیبونکو سمجھتے ہین ہنر

جو اڑے اونچے نگاہون سے وہ غائب ہو گئے

جو گرے نیچے وہ پامالِ مصائب ہو گئے

حکمرانِ سر جیمس مسٹن سا کریم النفس ایسا … ویسرائے ہارڈنگ سا ایسے کرم گستر کا دور

اسقدر آسانیان پھر بھی کرین ہم کچھ نہ غور … جادۂ تعلیم پہ اپنی بروش بدلین نہ طور

گر یہی ہمت وران قوم کی رفتار ہے

شیعہ کالج کیلئے پوری صدی درکار ہے

شرم! شرم!! اے قوم آخر بیحسی کی حد بھی ہے — تیری آنکھیں ہیں مگر تمیزِ نیک و بد بھی ہے
یوں تو زندوں میں شمارِ نوعِ دام و دد بھی ہے — یہ بتا اس زندگانی کا کوئی مقصد بھی ہے

کچھ کر گئی یا نہیں آیندہ نسلوں کے لیے
یہ سبق اچھا نہیں آیندہ نسلوں کے لیے

یاد کر اسلاف نے تیرے لیے کیا کیا کیا — ایک مسیح قوم نے اسلام کو زندہ کیا
خونِ دل سے کھیتیاں ہر باغباں سینچا کیا — جب کہیں نخلِ ریاضت نے ثمر پیدا کیا

یا اُسی گلشن کی ہوتی ہے مرجھائی ہوئی
رات دن ادبار کی کالی گھٹا چھائی ہوئی

ہوش میں آ قوم! تو ہے کس خیالِ خام میں — مونھ دکھانے کے نہیں قابل صفِ اقوام میں
الجھنیں ہر بات میں بدنظمیاں ہر کام میں — طائرِ اقبال آئے خاک تیرے دام میں

یہ نواسنجانِ گلشن جائیں کاشی یا پراگ
ہر جگہ دفلی ہے اپنی اپنی اپنا اپنا راگ

اتفاق آپسمین پیدا ہو تو جمعیت بڑھے — دل بڑھین ہمت بڑھے دولت بڑھے عزت بڑھے
قوم مین پھیلے تجارت صنعت و حرفت بڑھے — غیر قومونکی نگاہونمین ذرا وقعت بڑھے

اٹھکے تقلیدِ جوان مردانِ فرخ پے کرین
دُنیوی دینی ترقّی کے منازل طے کرین

یاد آیا مجکو ان سینونمین قومی جوش تھا — کچھ خبر تھی پاؤن کی اپنے نہ سر کا ہوش تھا
جابجا ہر منتظر کھولے ہوے آغوش تھا — یہ صغیرِ ناتوان کب یون وبالِ دوش تھا

چارہ سازون کو بہم شرمندگی ایسی نہ تھی
تلخ جیسی اب ہے پہلے زندگی ایسی نہ تھی

وضع مین اتنا تغیر یہ روش اچھی نہین — ابتدا ہین انتہا کا جوش پھر کچھ بھی نہین
یا تو وہ اظہارِ ہمدردی کہ جسکی حد نہین — یا لبونپر دم ہے تمنے بات تک پوچھی نہین

آپ اندازِ نظر جبتک بدلتے جائینگے
ہر ادا پر غمزدون کے دم نکلتے جائینگے

گود کے پالے ہوئے سے قوم! اتنی بیرخی
ہمتو ہم غیر ذبح کا بھی یہ دیکھکر کڑھتا ہے جی
حیف اِس لختِ جگر کی قدر تو نے کچھ نہ کی
سانس باقی اور تدبیرین ابھی سے دفن کی

ڈر خدا سے بد دعائے روحِ پیغمبر نہ لے
خون اک معصوم کا للہ اپنے سر نہ لے

قوم کیا تجکو ابھی تنبیہہ وہ کافی نہین
ذکر سے جسکے لرزتا ہی دلِ اندوہگین
نوح کا طوفان اُٹھا تھا پھر چڑھا کر آستین
خیریت گذری کہ سر سے وہ بلائین ٹل گئین

قائمِ آلِ محمدؐ نے سہارا دے دیا
توبہ کرنے کا ہمین موقع دوبارا دے دیا

آہ وہ اہلِ وطن کی خانمان بربادیان
آسمانِ فتنہ گر کی وہ ستم ایجادیان
دین اسیرون کو مگر کسطرح دین آزادیان
وہ تنگ ویران کرکے شہر کی آبادیان

مردے زندے اُفت سبھی تو کشمکش مین پھنس گئے
وہ نکل آئے زمین سے یہ زمین مین دھنس گئے

یہ نیا اندازِ بارش تھا تہہِ چرخ کہن ابر کے پردے مین طاقتور سمندر موجزن
ہر طرف گھر گر رہے تھے مضطرب تھے مرد و زن ہر زبان پر نوحہ خوانی ہر مکان بیت الحزن

ڈوبی چھینٹون مین ترے ابر سیہ دل تندخو
جونپور اُجڑا ہوا برباد شہر لکھنؤ

مومنونکی بستیان دونون یہ ویران ہوگئین کون اوٹھاتا۔ گھر کی چیزین بار احسان ہوگئین
چھت گری کڑیان کہین پر حافظ جان ہوگئین "مشکلین ہمپر پڑین - اتنی کہ آسان ہوگئین"

پردہ دارون کا قدم باہر نکلکر گڑ گیا
شرم سے لاکھون گھڑے پانی مردونپر پڑ گیا

گھر کی رہنے والیون کو زندگانی تھی عذاب گھر سے جب نکلین پردامن اوٹھکر مثل حباب
سر پہ بارش گود مین بچے کمر تک جوے آب پاؤن بالاے زمین، وردِ زبان یا تو رب

کسقدر پانی کہان سے کچھ پتہ ملتا نہین
قسمتون کا پھیر دیکھو راستہ ملتا نہین

ٹھوکریں کھاتی ہوئی پہونچیں یہ مشکل جب کہیں — یہ نظر آیا کہ تِل رکھنے کی گنجائش نہیں
دِل ہوا یہ دیکھکر کچھ اور بھی اندوہگیں — کس جگہ ٹھہریں کریں کیا یا الٰہ العالمین

گھر برابر گر رہے ہیں جائیں تو کسطرح جائیں
ہو رہے ہیں تر بتر کپڑے اُنھیں کیونکر سکھائیں

صاحبِ املاک محتاج اک ردا کیواسطے — نا سمجھ بچے بلکتے تھے غذا کے واسطے
غمزدوں نے ہاتھ اُٹھائے تھے دعا کیواسطے — دے رہے تھے مصطفےٰ و مرتضا کیواسطے

مینھ یہ کہتا تھا برس کر اب نہ برسونگا کبھی
دِل شہادت دے رہا تھا ہاں قیامت آگئی

شام سے تا صبح برسا صبح سے تا مغربین — شدّتِ بارش سے برپا ہر طرف اک شورِ شین
دِل جو ڈوبے ہیں غم میں کب اُنھیں آتا ہے چین — اک علم لیکر چلے کہتے ہوئے سب یا حسین

بیکسی مظلوم کی تاثیر دکھلا ہی گئی
نام سے پیاسے کے پانی کو بھی شرم آہی گئی

تھمگیا پانی گھٹائین بنکے آنسو رہ گئین — چلتے چلتے لیکن اہلِ شہر سے پہ کہہ گئین
سخت ہین جانمین وہ سب جو یہ مصائب سہ گئین — بستیان کتنی رہین دیکھو تو کتنی بہ گئین

اب بھی دل مین اک ذرا خوفِ خدا پیدا کرو
روح پھونکو قوم مین صدق و صفا پیدا کرو

قابلِ عبرت صفیؔ ہو قومیت کا یہ نظام — کچھ غرض ہمکو یتیمون سے نہ بیواؤن سے کام
غیر قومین کر رہی ہین کیسے کیسے انتظام — محض لغویات مین ہم کاٹتے ہین صبح و شام

فائدہ کی بات کوئی جملے کر سکتے نہین
ایسے ڈوبے ہین کہ پستی سے اُبھر سکتے نہین

لیکے اورونکو بھی ڈوبین ہم رہین جس شہر مین — آبِ رحمت ہم تک آتا ہی لباسِ قہر مین
نفس مارِ آستین ہے تنگنائے دہر مین — اُسکے ہر فقرہ کو یہ سمجھو بجھا ہی زہر مین

نفس کے بندے ہین ہمکو قوم کی پروا نہین
منچلہ ہے صلواۃ و صوم کی پروا نہین

فکر اسکی ہو کہ مستورات سے پردا اُٹھے
آگ پردونین لگے ہر گھر سے اک شعلا اُٹھے

لطف جب ہو کہ صید ماہی کا لبِ دریا اُٹھے
بحر مین کشتی رواں ہو ابر گوہر زا اُٹھے

خلوت و جلوت مین باہم بے حجابانہ رہین
مرد و عورت ساتھ مثلِ شمع و پروانہ رہین

فطرتاً دونون مساوی ہین یہ استدلال ہو
قید عورت کیلیے پردہ کی پھر جنجال ہے

عرض تردیداً بطرز سادہ یہ فی الحال ہو
خود مخالف آپکے - داڑھی کا اک اک بال ہو

دیکھیے فرق ہو دونون کے خط و خال مین
وضع مین انداز مین صوت و صدا مین چال مین

فتنہ ساماں ہو نگاہِ لعبتانِ جامہ زیب
زلفِ پیچاں دامِ بہرِ صیدِ قلبِ ناشکیب

غیر ممکن یہ کہ ہونے پردہ حسنِ دلفریب
بوالہوس نظرین نہ کترین جامۂ عفت کی جیب

گوہرِ ناموس ہاں جبتوقت تک مستور ہے
رخنہ انداز کی زد سے ایک حد تک دور ہے

عورتون کیواسطے ہے قیمتی زیور حیا — شرم کی تصویر خود چادر حیا بستر حیا

نقش ہو جذبات سے یون صفحۂ دل پر حیا — دیکھین آئینہ تو ابھرے بنکے اک جوہر حیا

فتنۂ محشر نہ چونکے چال اس انداز کی

گھر سے باہر تک نجائے ہو روش آواز کی

کیا ضرورت کیون اٹھایا جائے پردہ کا رواج — دیجیے تعلیم بھی لیکن بقدر احتیاج

مذہب و اخلاق کافی بہر اصلاحِ مزاج — بس انھین دختر کے نسخے سے مناسب ہے علاج

تاکہ وہ خود انتظامِ خانہ داری کر سکین

نونہالانِ چمن کی آبیاری کر سکین

یہ مسلّم شرمناک اسکے نتائج ہین۔ مگر — پردہ داری چھوڑ کر اب ہم بنے ہین دیدہ ور

باطنِ آئینہ سے استدلال مین غضِّ بصر — ظاہری زینت کے معنی پر نہین غائر نظر

حس نہین باقی ذرا بھی اسطرح دل سو گیا

کچھ حیا تو اے رگِ غیرت تجھے کیا ہو گیا

اہل بیت مصطفےٰ کی پردہ داری دیکھیے
اور پھر بے پردگی میں بیقراری دیکھیے

بیکسی و عالم بے اختیاری دیکھیے
آجتک ہوتی ہے جسپر آہ و زاری دیکھیے

وہ حیا و شرم جسکی انتہا کوئی نہ تھی
چہرے بالوں میں چھپے تھے حجب ردا کوئی نہ تھی

آہ اک ہم ہیں کہ اب پردہ سے نفرت ہے ہمیں
پاس عزت ہے نہ مطلق پاس عفت ہے ہمیں

اپنے احکام شریعت سے عداوت ہے ہمیں
بے حجابی عام ہو اسکی ضرورت ہے ہمیں

دفعتہً گردان کر دامن چڑھا کر آستین
ہاں انکل آ پردہ غیبت سے او خلوت نشین!

دیکھ تیرے جد کی امت کسقدر بیراہ ہے
جسمیں ڈوبی ہے وہ قعر معصیت بیتھاہ ہے

انتظار آمد آمد یا شہ ذیجاہ ہے
اک بھنور میں کشتی مردان حق آگاہ ہے

دیکھتے ہیں دم بخود کچھ موُنھ سے کہہ سکتے نہیں
سر سے پانی جب چڑھا محفوظ رہ سکتے نہیں

اے امام العصر اے وجہ بقائے کائنات   پیکر اسلام میں روح رواں ہے تیری ذات

حکم دے ابر اُٹھکے برسانے لگے آب حیات   شق ہوں قبریں جی اُٹھیں مردے ملے راہ نجات

جسقدر ناصاف دل ہوں صاف ہو جائیں وہ سب

دامن ہستی میں جو دھبے ہیں دھو جائیں وہ سب

کشتی عمر رواں خوش ہو کہ ساحل ہے قریب   مرحلے طے ہو چکے سرحد منزل ہے قریب

جسکو آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں وہ اے دل ہے قریب   مژدہ پروانو فروغ شمع محفل ہے قریب

دردمندوں کے مسیحائے زمان آنے کو ہیں

مہدی ہادی امام انس و جان آنے کو ہیں

رہبر کامل کے ہاتھوں میں عنان قوم ہو   روز افزوں مجمع دانشوران قوم ہو

یہ ہم آہنگی الٰہی درمیان قوم ہو   جو زبان اک فرد کی ہو وہ زبان قوم ہو

تا ظہور صاحب الامر اسکو ہو نشو و نما

بارور اہل تشیع کا یہ نخل مدعا

یتیموں کی فریاد

(یہ نظم برائے امداد یتیمان اجلاس اہم شیعہ کانفرنس منعقدہ بمقام الہ آباد کے موقع پر نظم کی گئی ۔)

اے قوم! اک یتیم ہیں بے خانماں ہیں ہم ۔ ہر چند ناتواں ہیں مگر سخت جاں ہیں ہم
پیدا ہوئے تھے جس میں وہ گھر بے چراغ ہے ۔ کس منہ سے یہ کہیں خلف دودماں ہیں ہم
جس قافلہ میں ہم تھے وہ ملکِ عدم گیا ۔ آوارہ مثلِ گردِ رہِ کارواں ہیں ہم
پائی ہے اپنا خونِ جگر پی کے پرورش ۔ کیا جانئے تلخ گو ہیں کہ شیریں زباں ہیں ہم
اگلی سی آپ کی وہ توجہ نہیں رہی ۔ معلوم یہ ہوا کہ دلوں پہ گراں ہیں ہم
شق ہو کے تو ہی دے ہمیں آغوش میں جگہ ۔ دیکھ اے زمیں ستم زدہ آسماں ہیں ہم
کانپے نہ عرش دل نہ ہلیں اہلِ درد کے ۔ ذرات اسی سے خوگرِ ضبطِ فغاں ہیں ہم

رہتے تھے جس مکان میں وہ بارش سے گر گیا
اب کیا بتائیں آپ سے آخر کہاں ہیں ہم

شیعہ یتیم خانہ ابھی تک بنا نہیں
کس سے کہیں کہ طائر بے آشیاں ہیں ہم

کس در پہ جائیں قوم کے چوکھٹ کو چھوڑ کر
رکھے ہوئے سر اپنا سر آستاں ہیں ہم

اہل دول ہماری طرف دیکھتے نہیں
غم دیدہ صورت مژہ خونچکاں ہیں ہم

عہد شباب سے ہے مقدم ہمارا شیب
طفلی میں داغ حسرت بخت جواں ہیں ہم

از بر نصاب درد و الم گو کہ ہے تمام
صید شکنجۂ خطر امتحاں ہیں ہم

ہے مرگ ناگہاں کا فقط ہمکو انتظار
تھوڑے دنوں کے اور یہاں میہماں ہیں ہم

یہ نظم ہے کہ ترجمۂ واردات قلب
منت کش صفئ فصیح البیان ہیں ہم

ذیل کی نظم انجمن علوی سلطانپور کے سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۵ مئی سنہ ۱۹۱۴ء میں اسوقت پڑھی گئی تھی جب شیعہ کالج کے متعلق کوئی عملی کام شروع نہیں ہوا تھا اور سوت ہو گیا

کو قلوب سے نظم اٹھا کے دل خوش کن مصداق پر اخباری دنیا اور رخ کی جستجو میں کالج کے لیے جگہ ڈھونڈھی جا رہی تھی۔ کوئی کہتا تھا دہلی میں کالج کھلے کوئی کہتا تھا نہیں یہاں نہیں وہاں کھلے۔ یہ نظم اس زمانہ کے وقتی جوش کی بہترین حسرت خیز تاریخ یا اب ایک خاموش تصویر ہے اسی طرح اس زمانہ کے غیر مطمئن قلوب سے بزبان حال یہ اپیل کر رہی ہے کہ اگر شیعہ کالج کے لیے اس عملی دور میں بھی کچھ نہ کیا گیا تو یہ نظم دنیا میں فرقۂ شیعہ کی انتہائے غفلت اور نا عاقبت اندیشی کی ایک دردانگیز تصویر اک دن ثابت ہوگی۔

علوی انجمن اے باعثِ سلطان ہو
تیرا یہ جلسۂ قومی ہے کہ گلدستۂ نو ہو

نکل آئے ہیں ادھر سیرِ چمن کو سفری
ہے خدا حافظ و ناصر ابھی جانا ہے دور

آرزو دو ہو تو دے نسخۂ مرہم کوئی
دیکھ لے دل میں پڑے ہیں کئی گہرے گھاؤ

دیکھیں بھرتے بھی ہیں یہ زخم جگر کہ نہیں
ہوتی جاتی ہے دل قوم سے ہمت کافور

قوم کو جانبِ تعلیم توجہ نہین کچھ
ہو تو کیونکر ہو یہ فرمائیے اصلاحِ امور

اثرِ وعظ کہان ان قوم کے بےحس دل پر
جو نہ پتھر مین لگائین تو ہمارا ہے قصور

سرِ اسٹیج کہے جائیے کالج کالج
دار پر جیسے انا الحق کی تھی صدائے منصور

کون سنتا ہے مگر آپ کا افسانۂ تلخ
خاصکر وہ کہ جو ہین نشۂ نخوت مین چور

وسعتِ دائرہ علم جبھی ممکن ہے
ایک مرکز پہ جو قائم ہو نگاہِ جمہور

اسکی تعبیر ہو کیا اسکا خدا ہی کو ہے علم
خوابِ تعلیم مگر دیکھ کے دل ہے مسرور

جو یہ فرماتے ہین دہلی مین کھلیگا کالج
اُنسے کہدیجیے حضرت ابھی دلّی ہے دور

شعرِ غالب مین جو ترمیم صفیؔ نے کی ہے
اس سے کر سکتے ہین آپ اسکا اندازہ حضور

ہمکو معلوم ہے کالج کی حقیقت شیعو
دل کے بہلانے کو لیکن یہ خیال اچھا ہے

۱

زمزمہ

[یہ نظم ۲۰- فروری ۱۹۱۶ء کے جلسہ امداد شیعہ کالج مین جو بمقام پرتاب گڈھ
زیر صدارت آنریبل خان بہادر سید محمد ہادی صاحب ڈپٹی کمشنر پرتاب گڈھ پڑھی گئی]

شاد ستارے خوش مہِ کامل — نور کا ساقی نور کی محفل
پروانہ شیعہ آبادی — شمعِ ہدایت سیّد ہادی
ضلع کے حاکم فخر ہمارے — صدر نشین ہین بزم سنوارے
کچھ متوالے جھوم رہے ہین — کتنون کے سر گھوم رہے ہین
فاقہ مستون کی محفل ہے — لیکن جو ہے صاحب دل ہے
آتے ہی بزم مین کھنکے پہلے — جام سنہرے اور روپہلے
منعم اپنی ہانک رہے ہین — مفلس بغلین جھانک رہے ہین
رندون مین ایک شور ہے غُل ہے — آمد آمد فصلِ گل ہے

ہاتھ لاؤ لاؤ چندہ ۔ رشتۂ الفت میں دو پھندا
ایسی کب تھی جیسی ہے اب ۔ شیعون کو آزادی مذہب
برٹش راج کو دل سے دعا دین ۔ شیعہ کالج مل کے بنا دین
عزت کا ہے ذریعہ کالج ۔ شیعو کھولو شیعہ کالج
بستر پر کیا سست پڑے ہو ۔ اپنے سہارے آپ کھڑے ہو
یہ بھی دور غنیمت سمجھو ۔ سمجھو اور غنیمت سمجھو
ایسی گورنمنٹ ایسا زمانہ ۔ دولت علم کا مفت خزانہ
مسٹن سا دریا دل ساقی ۔ پھر بھی رہے کیون حسرت باقی
اُٹھو قومی نقش بٹھاؤ ۔ میکدہ اپنا خاص بناؤ
دیکھین تو ایثار تمھارا ۔ کیسا ہے بیوہار تمھارا
دو پیسے دو یا پیسا دو ۔ جو دینا ہو نقد بسا دو
خالی وعدہ ٹھیک نہین ہے ۔ ذرہ طلب یہ بھیک نہین ہے

وعدہ کرنے مین تم ہو آندھی — بعد کو دنے جاتے ہو کاندھی

وقتی جوش مین سب سے سقل — سوڈا واٹر کی سی بوتل

دم بھر مین پھر جوش وہ غائب — نازک دل پامالِ مصائب

جوش وہی جو روز افزون ہو — قوم کی حالت کے موزون ہو

حس و حرکت رازِ بقا ہے — ورنہ شکستہ سازِ بقا ہے

جذبۂ مذہب سے حرکت ہے — اس حرکت سے اک برکت ہے

مذہب ہے تعلیم کا حامی — اس مین تساہل عقل کی خامی

جب نہ ہو مذہب قوم کہان ہے — ذکر صلوٰۃ و صوم کہان ہے

مذہب ہے تہذیب کا زینہ — مذہب جوہر دل آئینہ

مذہب مصلح طرز و روش ہے — علم و عمل مین جذب و کشش ہے

مذہب ہی آئین وفا ہے — لا مذہب نے صدق و صفا ہے

جو ہین خالی نام کے شیعہ — وہ شیعہ کس کام کے شیعہ

باب مدینۂ علم کے پیرو — ہو تعلیم مین صرف تگ و دو
جرم نہین اظہار تشیّع — کیون ڈھاؤ دیوار تشیّع
اس مرکز سے دل جو ہٹے گا — ضعف بڑھے گا زور گھٹے گا
یکدل ہو جاؤ القصّہ — لو بڑھ کر تعلیم مین حصّہ
جتنی ہین متمدّن قومین — اُن مین دس نہین جاہل سومین
باندھو تم اپنا شیرازہ — کھولو تعلیمی دروازہ
دامے درمے چندہ جوڑو — اپنا کالج کھول کے چھوڑو

ہم متعلم اور معالج
شیعہ کالج شیعہ کالج

درِ قاضی

یہ نظم ۱۹ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کے جلسۂ امدادِ شیعہ کالج مین بمقام آگرہ پڑھی گئی -

شیعہ کالج کے فقیرون کی یہ عزت ساقی　　رہے آباد یہ تیرا درِ دولت ساقی
لائے برساتے ہوئے پھول بکثرت ساقی　　رُخ سے ہر گل کے ٹپکتی ہے محبت ساقی

کیون نہ یہ جوش ہو قطرون مین ترے قلزم کے
سے قیا ہم بھی شرابی ہین غدیرِ خم کے

جمع رندانِ نجف بادہ گسارِ نوروز　　دورِ ساغر درِ قاضی پہ بہارِ نوروز
پئین اور اتنی پئین تا بہ خمارِ نوروز　　کہ رہے سال بھر آنکھون مین خمارِ نوروز

جعفری و رضوی پھولون مین کیا جوش ہے آج
ایک ہی رنگ مین ڈوبے ہین کسے ہوش ہے آج

فصلِ نوروز تر و تازہ قلبِ مغموم　　گل بدامن لحدِ پاکِ شہیدِ مظلوم

آمد فتح علیخان بہادر کی ہے دھوم — رستہ میکدہ کا بند ہے اللہ ری ہجوم

ساقیا اب بھی تجھے شرم جوانی کا نہ آئے

ہاتھ پھیلائے وہ نواب قزلباش آئے

دے چھلکتا ہوا اک جام کہ آنکھیں کھل جائیں — رند آپس میں بغلگیر ہوں سب عید منائیں

جلد اس دار خرابات میں کچھ رنگ جمائیں — جب سندھے بخفی شان کا میخانہ بنائیں

یہ وہ منزل ہے جہاں پیر مغان سوتا ہے

ساقی کوثر و تسنیم کا جو یوتا ہے

قوم میں ایسے بھی افراد ابھی ہیں موجود — مال و دولت کو سمجھتے ہیں جو اپنا معبود

قوم کے درد سے بے حس ہیں چھپا ہی جذبہ — ایسے لوگوں کا برابر ہے عدم اور وجود

قومیت کا نہیں احساس دل افسردہ ہیں

نام فہرست میں زندوں کی مگر مردہ ہیں

[یہ نظم ۲ - مارچ ۱۹۱۶ء کے جلسۂ امداد شیعہ کالج مین بمقام بدایون پڑھی گئی]

قطعہ

نوروز دل فروز یہ تحویل آفتاب — خورشید عز و جاہ کے سیارے ہمرکاب
روشن ہے صاف فتح علیخان کے نام سے — واللہ انکے ساتھ ہے کالج کی فتح باب

بنے جلوہ ور ساقی چلے دور ساقی — کہ آئے ہین نواب لاہور ساقی
ملے خدمت مہر مین باریابی — چمک اُٹھے ذرّے جو تھے بوترابی
ہنسین بجلیان خون دوڑا رگون مین — بڑی ضو ہے درِ نجف کی رگون مین
عجب شان سے پھر رہے ہین شرابی — لبون پر تبسم تو آنکھین گلابی
کدھر سے نسیم اسطرف آرہی ہے — کہ بوئے شراب نجف آرہی ہے
اُٹھین پھول برسانے والی گھٹائین — بڑی دُھوم تک چھانے والی گھٹائین

ہنسی صبح نوروز جاگا بدایون
لٹا سا گیا دولتِ روز افزون

بڑی پُر فضا ہے یہ چھوٹی سی بستی
جو شیلون کو گھیرے مگر تنگدستی

بدایون مین علمی ذخائر کبھی تھے
مورخ ادیب اور شاعر کبھی تھے

زمانے نے اُلٹا ورق رفتہ رفتہ
چھپا آہ نخشب کا ماہِ دو ہفتہ

نوائے نواسنج کا یہ مکان ہے
جہان ہمصفیر دل کا آج آشیان ہے

بدایون کے اے شیعیان گرامی
نہین کچھ بھی رہتا بجز نیک نامی

یہ مانا کہ تم شاد و خرم نہین ہو
مگر ہان بہتر سے بھی کم نہین ہو

بہتر وہی کربلا کے مجاہد
ثبات قدم پہ وفا جنکے شاہد

وہ پیر و جگر بندِ فخرِ عرب کے
ہزارون مین گھر کر رہے جو نہ دبکے

بلندی پہ مائل رہو وقت پستی
ادہر آئیگا خود بخود نقش ہستی

کرو اتنی ہمت کہ بنجائے کالج
مریضون کا ایسے وہی ہے علاج

وقّ الباب

یہ نظم ۲۷ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کے جلسہ امداد شیعہ کالج مین بمقام لکھنؤ امام بارہ نواب آصف الدولہ مرحوم مین پڑھی گئی -

قطعہ

آئے ہین دست نگر ہاتھ بڑھے جام چلے . یہ تو کہنے کو نہو بزم سے ناکام چلے
یا علیؑ کہکے ذرا زور لگا دے اے قوم . شیعہ کالج ابھی کھلجائے ترا نام چلے

لکھنؤ اے مرکز اہل تشیع لکھنؤ . کچھ سہی تا ہم کسی سے کم نہین ہمت تیری
تیرے نوابون کی فیاضی کا شہرہ چارسو . ہر جگہ پر تیرے سچّے موتیون کی آبرو

تیرے شہزادونسے ہی کچھ اُدھر ہی شان آودھ
در تاج بسعادت نسلِ شاہانِ آودھ

خود بنائے خیر ہے اسنے خطۂ آباد تو — آصف الدولہ دولی کے فیض کی بنیاد تو

فکر کی پابندیوں سے ہر طرح آزاد تو — ہند کا پیرس طرب گاہ دل ناشاد تو

خلق کے جوہر جھلکتے ہیں تری اکسیر میں

جذب دل کا مادہ ہے خاک دامنگیر میں

ناتمام شیدون کے حق میں تری صحبت ہے خراد — نظم کے دامن میں ہیں جیسے فقرہائے مستزاد

سکۂ رائج ترے اُردوئے تکلم اجتہاد — بنتے ہیں آتش زبان رکھ کے بیان صحرا نژاد

آشیان بندی پہ غش اک ساکن ویرانہ تک

زہر کھاتے آج چمن پہ سبزۂ بیگانہ تک

تیرے انداز تکلم کے مقلد خاص و عام — آب کوثر سے زبان دھوئی ہوئی شستہ کلام

غیر کے سر جوش خم سے صاف تیرا دُرد جام — بحر ہمت سے ترے سیراب اکثر تشنہ کام

مقدرت جاتی رہی لیکن ترا دل ہے وہی

صاحب تحمل نہیں افسوس محمل ہے وہی

شہرت کہتی ہے میرا بھی زمانہ تھا کبھی
مرجع آفاق سنگِ آستانہ تھا کبھی

وقف خاص و عام پر شاہی خزانہ تھا کبھی
اس بہت ہین شیفتگی قومی ترانہ تھا کبھی

عالمون کے حکم پر چلتے تھے یون بیحس نہ تھے
کیا نہ تھے اُسوقت دولتمند یا مفلس نہ تھے

لکھنؤ تیرے در دولت سے لاکھون بنگئے
دوستون کا ذکر ہی کیا بہرہ ور دشمن گئے

بھولے نوابون کو جب تانا فرا بھی تن گئے
بھر دیا اتنا زر و گوہر کہ دامن چھن گئے

یادگارین قائم اتبک ہین انھین اسلاف کی
دور بین نظرونمین عزت کیون نہو خلاف کی

انقلاب دہر نے اُلٹا تمدن کا ورق
محو دل سے ہو گیا تہذیب کا پچھلا سبق

کارفرما وہ رہے باقی نہ وہ نظم و نسق
وضعدارون کا سکستہ حالیو نسے رنگ فق

مفلسی سے ہمتِ اہلِ ہمم جاتی رہی
بیحسی سے قوتِ دستِ کرم جاتی رہی

شہرے مقدور داس امتحان مین ہو نہ فیل
کھولدو توڑ دو نکے منھ ہو جائے دولت بیل

شیعہ کالج ہے یہ بچون کا نہین ہے کوئی کھیل
آج سے قومی ترقی کی پڑیگی داغ بیل

دولت اس تقریب مین درکار خاطر خواہ ہے
قوم کے دل بند کا مکتب ہے بسم اللہ ہے

لکھنؤ تیرے بہارستان کا وہ تازہ شجر
جا کے خسرو باغ مین ابکی جو لایا ہے ثمر

تیرا ننھا سا مسافر وہ ترا لخت جگر
نو برس کی عمر تک پھرتا رہا جو در بدر

گھر مین اپنے آگیا مکتب نشینی آج ہے
وہ بھی ہے مسرور جو محتاج سے محتاج ہے

لکھنؤ اے اوج ہمت کے ستارے لکھنؤ
لکھنؤ اے قوم کی آنکھون کے تارے لکھنؤ

امتحان کا وقت ہے او میرے پیارے لکھنؤ
جیتے ہین احباب تیرے ہی سہارے لکھنؤ

شرم رکھ لی تو نے یہ مشکل اگر آسان کی
تیری ہی جانب نظر ہے سارے ہندستان کی

لکھنؤ جوش حمیت نہ ہے اسیکا مقتضی — شیعہ کالج کو بنا ہوے شیعہ یونیورسٹی
کھولدے بابِ علومِ مشرقی و مغربی — مذہبی آغوش میں ہو تربیت کل قوم کی۔

سرد مہری سے زمانہ کی شکستہ حال ہیں
گلشنِ اسلام میں ہم سبزۂ پامال ہیں

درد دل کس سے کہیں جب چارہ گر اپنا نہو — غیر سے بدتر ہے بھائی بھی اگر اپنا نہو
ملکے رہنا خوب ہے جبتک ضرر اپنا نہو — ایسے گھر سے فائدہ آخر جو گھر اپنا نہو

اُٹھ کھڑے ہوں کیوں نہ ہم کالج بنانے کیلیے
چُنتے ہیں طائر بھی تنکے آشیانے کے لیے

صحنِ عالم میں ہمیں بھی کوئی کونا چاہیے — بیٹھ کر بکھرے ہوے موتی پرونا چاہیے
ایک حد تک فرین دو دنیا کو سمونا چاہیے — جزو غالب میں لیکن جذب ہونا چاہیے

منحصر ہے پانچ باتوں پر ترقی قوم کی
راستبازی ہمت استقلال محنت یکدلی

ہم وہ ہین ہوتے رہے اذ مردونکی مشکل مین شریک
آجتک مانگی نہین غیرونکے دروازہ پہ بھیک

جانتے ہین اس تہی دستی مین بھی اسکو کیک
اپنے ہی بازو ہین بازو کام اگر دیجائین ٹھیک

ناخدا موج حوادث کا تھپیڑا ہو گیا
یا علی نکلا زبانسے پار بیڑا ہو گیا

یہہ نظم شیعہ کالج ڈیپوٹیشن کے موقع پر ۱۲-اپریل ۱۹۱۶ء کو بمقام امام باڑہ میر صاحب علی واقع جونپور پڑھی گئی -

گلگشت

جونپور آئے ہین پھر بندہ احسان تیرے
رہ چکے ہین جو کبھی اور بھی مہمان تیرے

لکھنؤ مین بھی دعاگو تھے ثنا خوان تیرے
رہین شاداب الٰہی گل و ریحان تیرے

آج تک جب ترے گلشن سے ہوا آتی ہے
ہمین ان پھولون سے اک بوئے وفا آتی ہے

انھیں پھولوں نے سجایا تھا ترا دلکش ایوان   جب یہان کانفرنس آ کے ہوئی تھی مہمان

جوش ہمت نے جو باندھا تھا محبت کا سمان   یاد ہے یاد وہ اُسوقت کا ساز و سامان

خدمت قوم پہ ہر شخص کمر بستہ تھا

غنچہ تھا جلسہ نہ تھا قلعہ کہ گلدستہ تھا

کم نہ تھا مصر کی بازار سے بازار یہان   جمع تھے جنس محبت کے خریدار یہان

اہل دل آئے تھے سب چھوڑ کے گھر بار یہان   مست آہنگ طرب ہر در و دیوار یہان

درد انگیز سناتا تھا ترانہ کوئی

بیدریغ اُٹھ کے لٹاتا تھا خزانہ کوئی

پر فضا صحن مین باقاعدہ ترتیب خیام   میہمانوں کیلئے عارضی جائے قیام

رہنے والونکو جہان گھر سے زیادہ آرام   بے طلب وقت پہ موجود سبھی آب و طعام

صبحدم سبزہ سر چشمہ جو لہراتا تھا

خوش آشاموں کو جنت کا مزا آتا تھا

بینش افروز وہ نظارۂ بالائے حصار — حلقہ زن چار طرف سبز درختوں کی قطار

صاف اس شکل اس انداز کی تحریر بہار — دائرہ کھینچدے جیسے کوئی لیکر پرکار

صبح جسوقت کہ سورج کی کرن پھوٹتی تھی

نگہ شوق ہزاروں ہی مزے لوٹتی تھی

شاندار ایک طرف حوصلہ افزا پنڈال — جسکا شاہانہ وہ اجلاس امیرانہ ہال

چھت کی رفعت سے نمودار عروج اقبال — رنگ اخلاص میں ڈوبا ہوا ہر نقشِ خیال

وہ سمجھتا تھا جسے جوش کا اندازہ تھا

خم آغوش تمنا تھا جو دروازہ تھا

بزم پر جوش کا وہ جزر و مد اللہ اللہ — ایک دریا تھا اُمنڈتا ہوا تا حدِ نگاہ

اُس تلاطم میں تخالف تھا برنگِ پرکاہ — قوم کے پیش نظر ساحلِ مقصود کی راہ

جو اُٹھا زور وہ تعلیم ہی پر دیتا تھا

شور احساس ضرورت کی خبر دیتا تھا

بشعبدے آگے یہاں دیکھے چکی ہی جو نظر — ہے ابھی چشم تصور مین وہ دلکش منظر
خواب تھا خواب صفی جسمین ہوئی رات بسر — کھل گئی آنکھ جہان کچھ بھی نہ تھا وقت سحر

حیف کالج ہی کھلا کوئی نہ اسکول کوئی
قوم کے باغ میں ابتک نہ کھلا پھول کوئی

قوم اے قوم یہ انداز تغافل کیسا — بات جو کام کی ہو اُسمین تساہل کیسا
اپنی اصلاح مین اسدرجہ تامل کیسا — دل کے مضبوط ارادون مین تزلزل کیسا

کیا نہین جہل نہین تجھمین کہ افلاس نہین
اپنی حالت کا ابھی تک مگر احساس نہین

عہد زرین ہے سمجھ اسکو غنیمت اے قوم — مفت ہے سب کے لیے علم کی دولت ای قوم
اب بھی حصہ نہ لیا گر تری قسمت اے قوم — کہ ہے مسٹن سے گورنر کی حکومت ای قوم

امن کا دور ہے حاصل ہے تجھے آزادی
باندھ چلنے پہ کمر طے ہے ابھی یہ وادی

رگ و اعصاب مین باقی ہو جو حس و حرکت — یہہ گورنمنٹ ہے شیعونکے لیے اک برکت
مگر افسوس کہ ہمکو نہین قدر نعمت — مثل مُردونکے ہین طاری ہی کچھ ایسی غفلت
آنکھ کھُلتی ہی نہین جوشش گران خوابی سے
تھک گئے وہ بھی جگاتے ہین جو بیتابی سے

لوگ کہتے ہین کہ اس قوم مین احساس نہین — بڑے شہرونکا سے آب و ہوا راس نہین
مفلسونکو تو ہے یہ عذر کہ زر پاس نہین — اُنمین ہمت نہین جنکو غم افلاس نہین
اک جلالی ہے اک امروہہ ابھی تک وہ دیار
پائے جاتے ہین جہان زندہ دلی کے آثار

جونپور انسے کوئی پوچھے ہی کسی باتمین کم — دورِ دورِ علما جسمین تھا اور زورِ قلم
یاد ایام کہ جسوقت نکلتی تھین بہم — سات سو پالکیان اُنکی بصد خیل و حشم
صاحب نام و نشان خاک کا پیوند ہوئے
جو کھُلے تھے درِ تعلیم وہ سب بند ہوئے

قوم زندہ ہین مگر وہ ترے مرنیوالے — دم بخود منزل ہستی سے گذرنیوالے
لاکھ پامال کرین قدر نکرنے والے — اُبھر آتے ہین جو ہین نقش اُبھرنیوالے

یہ جو ٹوٹی ہوئی قبرونکے نشان باقی ہین
سمجھین واعظ انھین نسلین جو یہان باقی ہین

ملکے آپسمین چلین قوم پہ احسان کرین — خود پریشان ہون اورونکو پریشان کرین
مال کو نفس پرستی پہ نہ قربان کرین — جیتے جی کچھ عمل خیر کا سامان کرین

ہاتھ آتا نہین موقع سحر و شام ایسا
نام رہجائے زمانے مین کرین کام ایسا

قوم کو قعر مذلت سے نکالین ملکر — بار تنہا جو نہ سنبھلے تو سنبھالین ملکر
جسکو جنبش نہو بنیاد وہ ڈالین ملکر — ایک ہی سانچے مین کل قوم کو ڈھالین ملکر

نہ کھلے جب در تعلیم تو کیونکر کھولین
کہکے اک مرتبہ یا فاتحِ خیبر کھولین

جو نمود ایک نظر بشر بد و دون پر اپنے — علما یاد کر اپنے وہ سخن دا اپنے
ہان دکھا معرکۂ جود مین جوہر اپنے — ذلّتِ بُخل کا الزام نہ لے سر اپنے

دین و دنیا کی ترقی پہ نظر ساتھ رہے
ذل دا ایثار کا میدان ترے ہاتھ رہے

نام اسلاف ابھی زندہ ہی دم سے تیرے — بڑی اُمید ہے ارباب ہمم سے تیرے
جلوہ گر حسنِ کشش کاف کرم سے تیرے — کھینچتی ہین سخت کمانین وہ خم سے تیرے

دلکو تڑپائین جو قربان اُن اندازون کے
تیر خالی نہین جاتے قدر اندازون کے

قوم کے فخر امیر الامرا آئے ہین — منعمِ فیض رسان بنکے گدا آئے ہین
جھولیان ڈالے گلے مین علما آئے ہین — ناخدایانِ طریقت بخدا آئے ہین

دل دُکھاتی ہے بہت آبلہ پائی انکی
دین و دنیا کا ذخیرہ ہے گدائی انکی

چارہ گر بنکے دوائے دل غم پرور دے
تشنہ کام آئے ہین لبریز کوئی ساغر دے

شیعہ کالج کے فقیرونکو زر وگوہر دے
تن افسردہ مین بجلی کی شعاعین بھر دے

مرد فاتح خیبر سے وہ دن بھی ہے قریب
فتح ہو فتح علی خان بہادر کو نصیب

جو نور اب تیرے آشفتہ نوا جاتے ہین
نازشاہونکو ہے جنپر وہ گدا جاتے ہین

لیکے آئے تھے غرض دیکے دعا جاتے ہین
یون لگاتے ہوئے گلیو مین صدا جاتے ہین

کم نہ تھا دل کے لیے داغ جدائی تیرا
اُسپہ طرہ ہے یہ تمغائے طلائی تیرا